قربانی کے

مختصر

احکام وآداب

عطاء الرحمٰن بن عبداللہ سعیدی

دار الكتاب الإسلامی

جرواروڈ، تلشی پور، بلرامپور، یوپی، پن نمبر 271208 انڈیا

عشرة ذی الحجه و أیام التشریق
أحکام و آداب

تالیف

فضیلۃ الشیخ د. محمد عبد الرحمن العمیر حفظہ اللہ

قربانی کے
مختصر
احکام وآداب

ترجمہ

عطاء الرحمٰن بن عبداللہ سعیدی

ناشر: **دار الکتاب الإسلامی**

جرواروڈ، تلشی پور، بلرامپور، یوپی، پن نمبر 271208 انڈیا

نام کتاب : قربانی کے مختصر احکام وآداب

مؤلف : ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العمیر

مترجم : عطاء الرحمٰن بن عبداللہ سعیدی

مراجعہ : مختار احمد مدنی

تعداد : ۱۰۰۰

طبع ثانی : ۲۰۰۵ء

بتعاون : محترم سراج الدین انصاری وفقہ اللہ
کٹرا اتری، بہرائچ، یوپی

ناشر : دار الکتاب الإسلامی
جرواروڈ، تلشی پور، بلرامپور، یوپی

ملنے کا پتہ : بھارت ٹریڈرس۔ جرواروڈ، تلشی پور، بلرامپور
271208 یوپی، انڈیا فون:05264244406

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ مترجم

إن الحمد لله، نحمده و نستعينه، و نستغفره، و نعوذ بالله من شرور أنفسنا، و سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ، و من يضلل فلا هادى له ، و أشهد أن لا إله إلا الله لا شريك له ، و أشهد أن محمدا عبده و رسوله،

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو امتحان اور آزمائش کی خاطر نوع بنوع اور مختلف قسم کی عبادتوں کا مکلّف فرمایا ہے، کہ کیا بندہ انھیں عبادتوں کی بجا آوری کرتا ہے جو اسکے من پسند ہے؟ یا ہر اس عبادت کو کرنے کی کوشش کرتا ہے جسمیں اللہ عز وجلّ کی رضامندی اور خوشنودی ہے، چنانچہ اگر ہم ارکانِ اسلام میں سے صلاۃ، صوم، زکاۃ اور حج پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اِن میں کچھ خالص بدنی عبادتیں ہیں، کچھ صرف مالی اور بعض مالی و بدنی دونوں ہیں.ایسا اسلئے ہے تاکہ اس امر کی وضاحت ہو سکے کہ کون کشادہ اور دریادل، فیاض اور سخی

ہے اور کون مکھی چوس ،بخیل اور کنجوس ہے ،اسی طرح مشاہدات اس بات پر شاہدِ عدل ہیں کہ کچھ لوگوں کیلئے ہزاروں رکعتیں صلاۃ ادا کرنا بہت ہی آسان ہے ،مگر اللہ کی راہ میں قربتِ الٰہی کیلئے ایک روپیہ خرچ کرنا بہت ہی دشوار اور مشکل ہے۔اسکے برعکس کچھ لوگوں کیلئے ہزاروں روپئے صدقات وخیرات دینا آسان مگر ایک رکعت صلاۃ ادا کرنا بہت ہی کٹھن اور مشکل ہے۔اسی وجہ سے شریعتِ مطہرہ میں مختلف قسم کی عبادتیں مشروع ہیں تا کہ اس بات کا علم ہو سکے کہ کون اللہ کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے اسکی عبادت کرتا ہے اور کون خواہشاتِ نفس کی پیروی کرتے ہوئے کرتا ہے،کون اپنی پسند کے مطابق عبادت کرتا ہے اور کون اللہ کی پسند کے مطابق۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پسند کے مطابق عبادات کرنے کی توفیق بخشے۔

دینِ اسلام میں جہاں بہت ساری عبادتوں کی ترغیب دی گئی ہے وہیں محض اللہ کی قربت حاصل کرنے کیلئے بطورِ عبادت ہر صاحبِ استطاعت کو قربانی کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔اور قربانی کا مفہوم صرف جانوروں کی قربانی ہی نہیں ہے بلکہ اسکا مفہوم ہے کہ ہر وہ کام جس سے خالص اللہ کا قرب تلاش کرنے کیلئے کیا جائے چاہے وہ صوم وصلاۃ ہو یا زکاۃ اور حج ،اللہ کے دین کو غالب کرنے کیلئے جہاد فی سبیل اللہ ہو یا فقراء پروری ،مسلمانوں کی رشد وہدایت کیلئے

---

(۱) بخاری/۶۱۳۷

دعوت وتعلیم ہو یا کوئی رفاہی کام جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے ’’لا یـــــزال عبدی یتقرب إلیّ بالنوافل..‘‘ ’’میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے‘‘(۱)

بلا شبہہ ہر قوم وملت کی فلاح و بہبودی اور ترقی کا راز جذبۂ قربانی ہے،کوئی بھی قوم اس وقت تک ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہوسکتی جب تک کہ اسکے افراد میں قربانی کا جذبہ موجزن نہ ہو،چنانچہ انبیاء و رسل علیہم السلام اور انکے مخلصین پیروکاروں کی سیرتِ پاک ہمارے لئے نشانِ راہ ہے کہ جب انھوں نے اپنی جان ومال اور وقت کی گراں قدر قربانیاں جنابِ باری تعالی پیش کیں تو اسکا مثبت ثمرہ،سودمند اور خوش آئند نتیجہ برآمد ہوا،مثال کے طور پر سیرتِ ابراہیم علیہ السلام ہم سب کیلئے باعثِ عبرت ونصیحت ہے کہ اس بندۂ مومن نے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کیلئے جس طرح کی بھی قربانیوں کی ضرورت پیش آئی اسمیں پیچھے نہ ہٹے۔چنانچہ دعوتِ توحید اور ایمان کی خاطر گھر بار اور آبائی وطن کو خیر آباد کہا،آگ میں جھونکے گئے اسکا خندہ پیشانی سے استقبال کیا،بڑھاپے کی عمر میں بڑی ہی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد ایک ہونہار فرزند ملا اور جب اس اکلوتے بیٹے کی قربانی کی بات آئی تو اسے بھی شاداں اور فرحاں تسلیم کرلیا،اسی طرح خاتم النبیین محمد بن عبد اللہ ﷺ اور انکے تربیت یافتہ جان نثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ قربانیوں اور عبرت ونصیحت سے بھرا ہوا

ہے اور چیخ چیخ کرہمیں دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ اے اللہ واحد الأ حد پر ایمان لانے والی قوم! تم بھی اپنے ربِ کریم کی رضا جوئی کیلئے جذبۂ قربانی سے سرشار ہو جاؤ دنیا وآخرت میں فوز وفلاح تمہاری قدم بوسیاں کرے گا اور تم عزت و سطوت اور شان وشوکت سے نوازے جاؤ گے۔

بہـــر کیف قربانی وہ عظیم ترین عبادت ہے جسکا ثبوت کتاب وسنت اور اجماعِ مسلمین سے ملتا ہے، بلکہ قربانی ہر قوم وملت کیلئے مشروع تھی اور امتِ محمدیہ کیلئے اسکی مشروعیت کے سلسلے میں رسول ﷺ کی قولی، فعلی اور تقریری سنت بھی موجود ہے، نیز اس بات کی تاکید بھی کی گئی ہے کہ ہر صاحبِ استطاعت اللہ کا قرب اور تقرب حاصل کرنے کیلئے اپنی بساط کے مطابق جانوروں کی قربانی کرے۔مخنف بن سُلیم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول ﷺ کے ساتھ میدانِ عرفات میں کھڑے تھے تو آپ نے فرمایا: ''اے لوگو! بلاشبہ ہر گھر والوں کے ذمہ ہر سال قربانی ہے...''(۱)

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''جسے قربانی کرنے کی وسعت اور طاقت ہو اور وہ قربانی نہ کرے وہ ہمارے عیدگاہ میں حاضر نہ ہو''(۲)

مذکورہ اُحادیث سے اس بات کا بین ثبوت ملتا ہے کہ طاقت

(۱) صحیح سنن داؤد ۲۷۸۸ (۲) صحیح سنن ابن ماجہ ۲۵۴۹

رکھتے ہوئے قربانی نہ کرنا ایک مذموم عمل ہے،لیکن افسوس صد افسوس عصرِ حاضر میں یہ اسلامی مظہر رفتہ رفتہ مضمحل ہوتا جارہا ہے بیشتر حضرات استطاعت کے باوجود عذرِ لنگ اختیار کرکے اس عظیم عبادت سے کتراتے ہیں حالانکہ سال کے بیشتر ایام میں گوشت ومچھلی انکے دسترخوانوں کی زینت بنی رہتی ہے۔

اللہ کے بندو! قربانی بہت ہی عظیم عبادت ہے لہذا ہر ممکن طریقے سے اسکا خاطرخواہ اہتمام کرو۔

قربانی کے اغراض و مقاصد:قربانی کے بہت سارے اغراض ومقاصد ہیں ہم ذیل میں چند کی طرف اشارہ کررہے ہیں۔

(۱) خالص اللہ کی رضا وخوشنودی اورقربت کی تڑپ اور چاہت:

قربانی وہ عظیم عبادت ہے جو جملہ عبادات کی طرح صرف اللہ تعالیٰ کیلئے اسی کے نام سے کرنا جائز ہے،اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾''اپنے رب کیلئے صلاۃ پڑھ اور قربانی کر''(۱) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بصراحت یہ حکم دیا ہے کہ صلاۃ بھی ایک اللہ کیلئے ادا کریں اورقربانی بھی صرف ایک اللہ کے نام پر کریں،مشرکین کی طرح ان میں دوسروں کوشریک نہ کریں۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ قُلْ إِنَّ صَلَاتِی وَ نُسُکِی وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.لَا شَرِیْکَ لَه وَ بِذَالِکَ أُمِرْتُ وَ أَنَاأَوَّلُ

(۱)سورۃ کوثر۲ (۲) انعام۱۶۲۔۱۶۳

الْمُسْلِمِيْنَ﴾ ’’آپ فرما دیجئے کہ یقیناً میری صلاۃ اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے، اسکا کوئی شریک نہیں اور مجھکو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں‘‘(۲)

چنانچہ کسی بھی نبی، رسول، ولی، بزرگ، پیر وفقیر وغیرہ کی قربت حاصل کرنے کیلئے کسی طرح کی کوئی قربانی کرنا یا کوئی جانور ذبح کرنا وہ شرکِ اکبر ہے جو گناہوں کا سب سے بڑا سردار اور جھنم واجب کر دینے والا ہے۔ کیونکہ قربانی اور ذبح عبادت ہے اور اللہ کے علاوہ کسی غیر کی عبادت کرنا یا عبادت میں کسی کو شریک بنانا شرک اکبر ہے۔

لیکن بڑے ہی افسوس کی بات ہے کہ آج جہالت کیوجہ سے یا جیب اور پیٹ کے پجاری علماءِ سوء کے عیاریوں اور مکاریوں کے بہکاوے میں آ کر کتنے نام نہاد مسلمان نبیوں، رسولوں، فرشتوں، اپنے مزعومہ اور من گھڑت ولیوں، پیروں اور بزرگوں کے نام یا انکی قربت حاصل کرنے کیلئے ان سے فریاد یا حاجت روائی کیلئے درگاہوں، آستانوں مزاروں اور قبروں پر بڑے دھوم دھام کے ساتھ مرغے، بکرے ذبح کرتے ہیں جس طرح غیر مسلم اپنے جھوٹے معبودوں کے نام بھینٹ چڑھاتا ہے اِسی طرح بہتیرے مسلمانوں کا بھی وطیرہ بن گیا ہے جبکہ ایسا کرنا سراسر شرک اور کفر ہے اور ایسا کرنے والا اگر بغیر توبہ کے

مراتو ہمیشہ ہمیش کیلئے جہنم کا ایندھن بنے گا۔

(۲)قربانی میں مالی اور جانی ایثار کے ساتھ ساتھ غریبوں کی ہمدردی اوراعانت بھی ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ الله لَكُم فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُو اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ’’اورقربانی کےاونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کردیئے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے، پس انھیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو، پھر جب انکے پہلو زمین سے لگ جائیں اسے (خود بھی) کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ....(۱)

(۳)اسلامی شعائر کی ترویج اور قلب وجگر میں اللہ کا تقوی پیدا کرنا:

بلا شبہہ قربانی اسلامی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی اور اسلام کے نمایاں امتیازی احکام میں سے ہے جس سے ایک مسلمان کا امتیاز اور تشخص قائم ہوتا ہے اور دوسرے اہلِ مذاہب سے پہچان لیا جاتا ہے، اسکے رواج سے اسلام کا گونا گوں بول بالا ہوتا ہے، اسی طرح قربانی کا مقصود اللہ تعالیٰ تک اپنا تقویٰ پہچانا ہے کیونکہ یہ دل کے اُن افعال میں سے ہے جسکی بنیاد تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَ لَا دِمَاءُ هَا وَلَكِنْ يَنَالُه التَّقْوىٰ

(۱)سورہ حج ۳۶ (۲)سورہ حج ۳۷

مِنْکُمْ ﴾ ” اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے نہ انکے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے“ (۲) لہذا معلوم ہوا کہ قربانی کرنا صرف خون بہانا اور گوشت خوریاں نہیں بلکہ حصولِ تقویٰ مطلوب ہے، درحقیقت قوموں کی حیات وترقیات کیلئے قربانی، اللہ پر توکل واعتماد، سرفروشی و جانبازی جیسی صفتیں سامانِ حیات ہیں جو قربانی میں بدرجۂ اتم موجود اور نمایاں ہیں اور اِنھیں جذباتِ عالیہ کی آبیاری کیلئے ہر سال عیدِ قرباں منائی جاتی ہے۔

قربانی کے چند منکرات: سنت سے دوری کے باعث جسطرح بہت ساری عبادتوں میں لوگوں نے بدعتیں اور منکرات ایجاد کر لی ہیں جنکا ثبوت کتاب وسنت سے نہیں ملتا ہے اسی طرح قربانی میں بھی بہت سی منکرات ایجاد کی جا چکی ہیں، ہم ذیل میں چند منکرات کا ذکر کررہے ہیں تاکہ اس سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ کسی بھی عبادت کیلئے اخلاص اور سنتِ رسول ﷺ کی غایت درجہ پیروی ضروری ہے۔

☆ **قربانی کی فضیلت میں ضعیف اور من گھڑت حدیثیں بیان کرنا:** واضح رہے قربانی کی فضیلت میں تلاشِ بسیار کے بعد بھی مجھے کوئی صحیح روایت نہ مل سکی جتنی حدیثیں بیان کی جاتی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح سند سے مروی نہیں ہے ساری کی ساری یا تو ضعیف ہیں یا موضوع۔ ابن العربی رحمہ اللہ نے ترمذی کی

---

(۱) تحفۃ الأحوذی ج۵ ص۶۳ ابواب الأضاحی ط: دار الکتب العلمیہ بیروت

شرح میں کہا ہے:''لیس فی فضل الأضحیة حدیث صحیح'' (قربانی کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے) صاحبِ تحفہ رحمہ اللہ نے انکی موافقت بھی کی ہے(۱)

☆ **قربانی کے جانور کو ذبح کے وقت بلا حاجت غسل دینا یا وضوء کرانا.**

☆ **قربانی کرتے وقت لفظی نیت کرنا**'' چنانچہ یہ کہنا کہ میں اس بکرہ کی قربانی کرنے کی نیت کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ، کیونکہ نیت کہ جگہ دل ہے چنانچہ صرف دل کا ارادہ کافی ہے، اللہ کے رسول ﷺ سے قربانی کے وقت جو دعا ثابت ہے صرف اسی کو پڑھنا چاہیئے ، اپنی طرف سے کچھ اضافہ نہیں کرنا چاہیئے ۔

☆ **صلاۃ عید الأضحیٰ کے بعد قربانی ذبح کرنے والے کا ذبح کرنے کیلئے وضو کرنا**۔ کیونہ کہ ایسا کرنا نہ ہی رسول ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی سلف صالحین سے لہذا ایسا کرنے والا جاہل اور بدعت ایجاد کرنے والا تصور کیا جائے گا۔ کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے[من أحدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد]

☆ **قربانی کے أیام صرف تین دن تسلیم کرنا** جبکہ ۱۰ ذی الحجہ کے علاوہ پورے أیامِ تشریق ۱۱، ۱۲، ۱۳ میں قربانی کرنا جائز ہے۔

☆ **بلا کسی شرعی عذر کے ۱۰ ذی الحجہ کے بجائے دوسرے دن قربانی کرنا.**

☆ **قربانی کے لئے نصاب کی تعیین کرنا** جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے قربانی کیلئے کوئی نصاب متعین نہیں کیا ہے.

☆ **صلاۃ عید سے پہلے قربانی کرنا**.جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

☆ **قربانی کے جانور میں ذبح کرنے کے بعد** اوجھڑی، آنتیں، خصیے، یا پیٹ میں نکلے ہوئے بچے وغیرہ کا کھانا حرام اور ناجائز سمجھنا جبکہ اسکی کوئی صحیح دلیل نہیں

ہے.

☆کسی کفر یا شرک اکبر کرنے والے سے قربانی کا جانور ذبح کرانا.

☆قربانی کا جانور خریدتے وقت اسلامی شرطوں کا خیال نہ رکھنا.

قربانی ایک اہم اور عظیم عبادت ہے جسکے احکام اور مسائل کا علم رکھنا از حد ضروری ہے تا کہ ہم صحیح طریقے سے اس عبادت کو انجام دے کر اللہ کے جناب سر خرو ہوسکیں اسی لئے میں نے ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العمیر کی کتاب ''**عشر ذی الحجہ وأیام التشریق أحکام و آداب**'' کوعربی سے اردو قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے،اور اسکا نام بطور اختصار :

قربانی کے مختصر احکام وآداب

رکھا ہے ، بلا شبہہ اس موضوع پر بہت ساری کتابیں اردو زبان میں موجود ہیں ،لیکن کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اندازہ ہوگا کہ یہ عشرۂ ذی الحجہ اور مسائلِ قربانی کے سلسلے میں ایک جامع ،مختصر اور بے حد مفید کتابچہ ہے،مؤلف حفظہ اللہ نے بہت ہی تحقیقی انداز میں اسے تالیف کیا ہے،اس کتابچہ کے ترجمہ میں میں نے حسب ضرورت ایک دو جگہ اختصار بھی کیا ہے اور اگر کہیں اضافہ کی ضرورت محسوس کی گئی ہے تو حاشیہ میں اسکو ذکر کر دیا ہے اور سامنے قوسین میں مترجم لکھ دیا ہے ، کتاب کے اخیر میں عید کے چند آداب اور ذبح کرنے کا طریقہ اور اسکی شرطیں مستقل طور پر ذکر کر دیا ہے جو ان شاء اللہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا ۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے مجھے یہ کام کرنے کی توفیق بخشی ، وہ بہت مہربان اور رحمت والا ہے نیز میں بہت ہی ممنون اور مشکور ہوں اپنے جگری دوست فضیلۃ الشیخ مختار احمد محمدی مدنی (اسلامک دعوہ سینٹر جبیل سعودیہ

عربیہ)حفظہ اللہ کا جنھوں نے عائلی،اداری،دعوتی،تصنیفی اورتالیفی کثیر مشغولیات کے باوجود اس کتاب کا دقت نظری سے مراجعہ فرمایا اوراپنی تصویبات اورمفید مشوروں سے نوازا اللہ تعالی موصوف کو جزاء خیراورعمرِ درازعطاء فرمائے،آپکی جملہ خدمات کو شرف قبولیت بخشے آمین،

اسی طرح میں بے حد مشکور ہوں اپنے اسلامک سینٹر احساء کے جملہ ذمہ داروں کا کہ انھوں نے مجھے یہ کام کرنے کا موقع عنایت فرمایا،

اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ مؤلف،مترجم،ناشرین،اوراس کتاب کے پڑھنے والوں کو دینی ودنیاوی نعمتوں سے بہرہ ورکرے اورسب کے لئے باعثِ سعادت بنائے،اور ہمارے اس معمولی عمل کوخاص کرمیرے والدین محترمین،ہمارے بھائی وبہنوں،اہلیہ محترمہ وفقہا اللہ تعالی اور ہمارے جملہ اساتذۂ کرام کیلئے صدقۂ جاریہ اورنجات کا ذریعہ بنائے۔آمین

اخیر میں اس کتاب کے قارئین کرام سے میری گذارش ہے کہ اگرانھیں اسمیں کوئی کمی محسوس ہوتو برائے مہربانی آگاہ کرنے کی کوشش کریں تاکہ اسکی اصلاح کی جاسکے،غلطیوں سے پاک صرف اللہ کی ذات ہے،اوراس بات کے اعتراف کرنے میں مجھے کوئی شرم نہیں کہ میں میدانِ تالیف وتصنیف اورترجمہ کا مبتدی طالب علم ہوں،اللہ سے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری زبان میں اخلاص وصداقت اورقلم میں روانی عطافرمائے،حسنِ عمل اورحسنِ خاتمہ سے نوازے وہی دعاؤں کوقبول کرنے والااور پناہ دینے ولا ہے

عطاء الرحمٰن بن عبداللہ سعیدی
اسلامک سینٹر احساء سعودیہ عربیہ

۱ذوقعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۳دسمبر ۲۰۰۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۂ مولف

الحمد لله رب العالمين، وصلاة وسلام دائمان على المبعوث رحمة للعالمين وبعد:

ہمارے سلف رحمہم اللہ نے فضائلِ اوقات اور اعمال کا بڑا اہتمام فرمایا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں واردشدہ اثار واحادیث جمع کر کے فضائلِ اوقات کے موضوع پر بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں. جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے کتاب[فضائلِ الأوقات]، امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے کتاب[النور فی فضائلِ الأیام والشھور] اور ابنِ رجب حنبلی رحمہ اللہ نے کتاب[لطائف المعارف] میں کیا ہے اور انکے علاوہ بھی لوگوں نے اس طرح کی کتابیں تصنیف کی ہیں۔

اسی طرح فضائلِ اعمال نیز اسمیں ترغیب دلانے کی خاطر بھی بہت ساری کتابیں تصنیف کی ہیں جیسا کہ امام شاہین رحمہ اللہ نے کتاب[الترغیب فی فضائلِ الأعمال وثواب ذالک] امام نووی رحمہ اللہ نے کتاب[ریاض الصالحین] اورامام منذری رحمہ اللہ نے کتاب[الترغیب والترھیب] میں کیا ہے اوراس طرح انکے علاوہ بہت سے لوگوں نے کیا ہے،

چونکہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں اور اسکے بعد عید کے دن نیز أیام

تشریق[۱۱،۱۲،۱۳ذی الحجہ] کے سلسلے میں بہت ساری حدیثیں وارد ہیں اور بہت سارے اعمال وظائف اورعبادات ان دنوں میں مشروع ہیں بنابریں اِن چندصفحات کےتحریر کرنے کی ہمت ہوئی تاکہ پڑھنے والوں کے سامنے اِن دنوں کی فضیلت کے سلسلے میں کچھ ثابت شدہ احادیث، چندمشروع اعمال،اور مختصراحکام رہیں،اس کتاب کی تالیف سے میرامقصد بالکل یہ نہیں ہے کہ یہ مکمل اکیڈمی بحث ہو، بلکہ میرامقصداسکےموضوعات سےاس طرح قریب کرنااوراہم مسائل کا اختصار ہے، جومتوسط اور غیر متخصص حضرات کے مطابق ہو.لہذا اگر اسمیں کوئی غلطی یا کمی ہےتو وہ میری اور شیطان طرف کی سے ہےاوراگر درست ہے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے ،اور میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کا طلبگار ہوں،وہی توفیق بخشنے والا،ہدایت دینے والااور مددگار ہے،اور اسی سے میں درستگی کا خواہاں ہوں،''احساءورلڈاسمبلی آف مسلم یوتھ'' شکروسپاس کا مستحق ہے جس نے خاکسار راقم السطور کے بارے میں حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس موضوع پر لکھنے کی فرمائش کی تاکہ یہ عمل اسکے ثقافتی کاز میں سے ہو.

اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُسکی جدوجہد میں برکت عطاء فرمائے اور اسکو امت کے نوجوانوں کیلئے سامانِ ہدایت اور روشنی کا مینارہ بنائے۔وصلی اللہ وسلم علی عبدہ ومصطفاہ سیدنا محمد،وعلی آلہ وصحبہ اُجمعین.

محمد بن عبدالرحمٰن العمیر

وقت کی قدر و قیمت

انسانی زندگی میں اگر گرانقدر، نفیس وعمدہ قابلِ عز وشرف اُشیاء کا شمار کیا جائے تو سب سے زیادہ قیمتی اور عمدہ چیز وقت اور ٹائم ہے، یہی وہ وقت ہے جسمیں ہر طرح کی ایجادات انجام پذیر ہوتی ہیں۔ وقت کو غنیمت سمجھ کر اس سے استفادہ کرنے سے زندگی میں نکھار اور بانکپن پیدا ہوتا ہے، اور وقت کو ضائع و برباد کردینے سے زندگی بے نور اور بے کیف ہو جاتی ہے، اسکی ساری رعنائیاں اور حسن و جمال کھو جاتا ہے بلکہ زندگی کی ساری بنیادیں فساد زدہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

وقت ہر شخص کیلئے وہ قیمتی اور گراں سامان اور نعمت ہے جو بہت ہی زیادہ سودمند و نفع بخش نیز سایہ کے مانند جلد گذر جانے والا ہے، اگر انسان اسکی منصوبہ بندی اور پلاننگ نہ کرے تو برق رفتاری سے بیت جاتا ہے اور انسان اس سے مستفید نہیں ہو پاتا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے: (نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ، الصِّحَةُ وَ الْفَرَاغُ)"
دو نعمتیں ایسی ہیں جسکے سلسلے میں اکثر لوگ دھوکے میں ہیں، ایک صحت وتندرستی دوسری فرصت وفارغ البالی"(۱)

اکثر لوگ ان دونوں نعمتوں کے سلسلے میں فریب کھا کر اس سے استفادہ

(۱) بخاری ۶۴۱۲

نہیں کر پاتے ہیں ۔ حالانکہ صحت وتندرستی اور فرصت انسانوں کا اصل سرمایہ ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں ذرہ برابر کمی بہت بڑا خسارہ اور غبن ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

والوقت أنفس ما عنيت بحفظه وأراه أسهل ما عليك يضيع

غیرتِ یوسف ہے یہ وقتِ عزیز میر اسکو رایئگاں کھوتا ہے کیوں

وقت کی اہمیت ہی کے باعث قرآن کریم میں اسکی تنبیہ آئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وقت کے بعض حصوں رات ودن، فجر، چاشت کے وقت اور عصر کی قسم کھائی ہے ۔اور اُحادیثِ رسولﷺ میں اسکی اہمیت کو مزید واضح کرتے ہوئے وقت کو غنیمت سمجھنے کا حکم دیا گیا ہے۔اللہ کے رسولﷺ نے فرمایا ہے: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو.....اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے غنیمت سمجھو..''(۱)

نیز حدیثِ رسولﷺ میں ہے کہ ہر شخص سے وقت کے بارے میں سوال ہوگا "لا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتى يُسْأَلَ عَنْ عُمُرِهِ فِيْمَ أَفْنَاه....." ''روزِ قیامت کسی بندے کے دونوں قدم اس وقت تک آگے نہ اٹھیں گے یہاں تک کہ اس سے اسکی عمر کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے کہ اس نے اس عمر کو کہاں گنوایا...''(۲)

---

(۱) حاکم۴/۳۰۶/امام حاکم رحمہ اللہ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور اسکی موافقت امام ذہبی رحمہ اللہ نے کی ہے (۲) سنن ترمذی ۲۴۱۷/علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے۔

ساتھ ہی ساتھ حدیثوں میں وقت کی فضیلت اور کس وقت کون عمل مشروع ہے اسکا بھی تفصیلی ذکر آیا ہے۔

وقت جدوجہد کرنے والے نمایاں لوگوں کا مطمحِ نظراور مشغلہ رہا ہے، وہ وقت کے ایک ایک سکنڈ کو کام میں لانے کی منصوبہ بندی اور پلاننگ کرتے تھے، اور کبھی زبانِ حال سے تو کبھی زبانِ قال سے اور کبھی تالیفات کے ذریعہ وقت کے مختلف حصوں سے فائدہ اٹھانے کے وسائل وذرائع کی وضاحت کرتے تھے جسمیں وہ وقت اور اسکی فضیلت اور اسکے اعمال ووظائف کو بیان کرتے تھے۔ وقت کی اہمیت کے سلسلے میں اگرچہ انکی پرلطف گفتگو بڑی ہی طویل ہے لیکن وقت سے استفادہ کرنے کے تین محور اور مرکز ہیں۔

پہلا مرکز: بذاتِ خود انسان؛ یقیناً انسانی زندگی میں کچھ اوقات اور زمانے عظیم صاحبِ دادودہش وزود انتاج ہیں اور منفعت سے بھرے ہوئے ہیں، خوش نصیب ہے وہ شخص جسے وقت سے استفادہ کی توفیق مل جائے، اِنھیں وقتوں میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ عمرِ شباب ؛ جوکہ قوت اورچستی کا زمانہ ہوتا ہے جسمیں عموماً مشغولیات بہت کم ہوتی ہیں۔

۲۔ طاقت وقوت اور صحت وتندرستی کا زمانہ؛ بسااوقات یہ نعمت اللہ رب العالمین کی توفیق سے عمرِ شباب کے بعد بھی باقی رہتی ہے ۔

۳۔توجہ اورا قبال کا زمانہ؛ بلاشبہ دل کیلئے چند ایسی گھڑیاں ہوتی ہیں جسمیں قلب وجگر عمل کیلئے چست اور تیار رہتا ہے، اور وہ بڑا خوش نصیب ہے جو دل کے مضمحل ہونے اور اسکے جوش وخروش ختم ہونے سے قبل کچھ اعمال کر لے جائے۔کسی شاعر کا قول ہے:

إذا هبت رياحک فاغتنمها

فإن لكل خافقة سكون

[جب ہوا آپکے موافق چلےتو اسے غنیمت سمجھو کیونکہ ہر بھڑ کنے والی چیز میں ٹھہراو آجاتا ہے]

دوسرا مرکز؛عمل کی نوعیت اور کیفیت؛ کچھ عمل ایک دوسرے سے افضل اور برتر ہیں اور کچھ کا صلہ اور بدلہ دوسرے عمل سے قیمتی وگرانقدر ہے، جبکہ کچھ اعمال ایسے ہیں جسمیں مشقت کم اور اجر وثواب زیادہ ہے جیسا کہ فرمانِ رسولﷺ ہے:''كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي المِيزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰه العَظِم''
''دو کلمے اللہ تعالی کو بہت محبوب، زبان پر بہت آسان، اور ترازو میں وزنی ہیں، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰه العَظِم''(۱)

لہذا توفیق یافتہ ہے وہ شخص جسے عملوں کی قیمت اور انکی فضیلتوں کا علم ہو

(۱) بخاری ۶۴۰۶، مسلم ۲۶۹۴

جائے، اور اس سے مستفید ہو،

تیسرا مرکز؛عمل کا وقت: اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو فضل و برتری میں ایک مقام پر نہیں رکھا ہے، بلکہ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے، چنانچہ فرشتوں میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے لہذا ان میں سے بعض بعض سے افضل اور برتر ہیں، اسی طرح رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطاء کی ہے، ارشادِ ربانی ہے ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ﴾ [یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے](۱)

اور اسی طرح انسانوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے﴿وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ﴾[اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے](۲)

اسی طرح اوقات میں بھی بعض وقت بعض سے افضل اور برتر ہے لہذا توفیقِ باری مل گئی اس شخص کو جسے افضل اوقات کی معرفت حاصل ہو جائے. نیز ان افضل وقتوں کو ایسے کاموں سے آباد رکھے جو اللہ کو راضی اور خوش کرنے والے ہوں. اللہ تعالیٰ اسکی اچھائیاں اور نیکیاں دوگنی کر دے گا اور تھوڑے عمل پر بہت زیادہ اجر وثواب دے گا؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾[یقیناً ہم

---

(۱) سورہ بقرہ ۲۵۳ (۲) سورہ زخرف ۳۲

نے اسے شبِ قدر میں نازل فرمایا.تو کیا سمجھا کہ شبِ قدر کیا ہے؟شبِ قدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے](۱)

لہذا بڑا خوش نصیب ہوگا وہ شخص جس نے ان تینوں مراکز پر غور فکر کیا اور انھیں اپنے قابو میں کرکے کام میں لایا تاکہ وہ اپنی زندگی اور اپنے وقت سے بھرپور استفادہ کرے ۔مثلاً فضیلت والے اوقات وازمان ،اور عمرِ شباب کو غنیمت سمجھ کر نیک اعمال کی جانب متوجہ ہو،صوم کے وقت صوم رکھ کر صلاۃ کے وقت صلاۃ کی ادائیگی کرکے،صدقہ کے وقت صدقہ وخیرات کرکے، جہاد کے وقت جہاد کرکے، دعاؤں کی قبولیت کے وقت دعائیں کرکے نیز اپنی دیگر عبادتوں کے ذریعہ وقت کو زندہ اور آباد رکھے ۔

بات ایسی بھی نہیں ہے کہ جس شخص سے فضیلت کے اوقات اور جوانی کا زمانہ فوت ہوگیا وہ بالکل محروم ہوگیا یا اسکے سامنے سارے دروازے بند اور راستے مسدود ہوگئے ۔ بلاشبہہ اُس سے بہت زیادہ خیر اور اچھائیاں کھوگئیں ،لیکن اس پر ہمیشہ اللہ کے فضل کی بارش ہوتی رہتی ہے اور اللہ تعالی فضیلت کے اوقات کی تجدید کرتا رہتا ہے، نیز ایسے لوگوں کو اللہ نداء دیتا ہے کہ باقی اوقات کو غنیمت سمجھنے میں جلدی کریں ،اور اسکی جانب متوجہ ہوں ۔اللہ تعالی اپنے بندوں کو جوانی ، بڑھاپا، صحت وتندرستی اور بیماری ساری حالتوں میں متوجہ فرماتا ہے .اللہ تعالیٰ بڑا ہی فضل

---

(۱) سورہ قدر ۱،۳

وکرم اور احسان کرنے والا اور بے لاگ دینے والا ہے۔ اور ہر متوجہ ہونے والے کیلئے دروازہ کھولے رکھتا ہے۔ چاہے کوئی دیر ہی سے اسکی طرف متوجہ ہوا ہو، جب تک کہ وہ مہلت کے وقت میں ہے اور جان حلقوم تک نہیں پہنچی ہے، اِسی طرح اللہ اِس بات کو ناگوار سمجھتا ہے کہ بندے کے قلب وجگر میں ناامیدی اور مایوسی پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے ﴿قُلۡ يَٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسۡرَفُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوا مِن رَّحۡمَةِ ٱللَّهِ إِنَّ ٱللَّهَ يَغۡفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ ٱلۡغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ، وَأَنِيبُوٓا إِلَىٰ رَبِّكُمۡ وَأَسۡلِمُوا لَهُ مِن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ، وَٱتَّبِعُوٓا أَحۡسَنَ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكُم مِّن رَّبِّكُم مِّن قَبۡلِ أَن يَأۡتِيَكُمُ ٱلۡعَذَابُ وَأَنتُمۡ لَا تَشۡعُرُونَ﴾ [(میری جانب) سے کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوجاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔ تم (سب) اپنے رب کی طرف جھک پڑو اور اسکی حکم برداری کئے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے۔ اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اس سے پہلے کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں اطلاع بھی نہ ہو۔] (۱)

(۱) سورہ زمر ۵۳-۵۵

عشرۂ ذی الحجہ اور اَیامِ تشریق کی فضیلت

کتاب وسنت میں مختلف مقامات پر ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں اور اَیامِ تشریق کی بڑی فضیلت آئی ہے، اس سلسلے میں چند اہم باتیں مندرجہ ذیل ہیں۔(مترجم)

۱۔اللہ تعالیٰ نے اسکی قسم کھاتے ہوئے فرمایا:﴿وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ﴾[قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی](۱)

جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:''وَالْفَجرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ'' میں العَشر سے مراد عشرۂ ذی الحجہ (ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن) اور الوَتر سے مراد یوم عرفہ اور الشَّفعِ سے مراد قربانی کا دن (دسویں ذی الحجہ) ہے''(۲)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ﴾(۳)

[حاضر ہونے والے اور حاضر کئے گئے کی قسم''فرمانِ الٰہی''وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ'' کے سلسلے میں ابوہریرہ نے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا[الیوم المشھود'' سے مراد یومِ عرفہ اور''الشاھد'' سے مراد یومِ جمعہ ہے](۴)

(۱) سورہ فجر ا۔۳ (۲) مسند احمد ۳/ ۳۲۷،نسائی ۲/۵۱۲،حاکم ۴/ ۲۲۰ اور امام حاکم نے مسلم کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے نیز امام ذہبی نے اسکی موافقت کی ہے(۳) سورہ بروج ۳
(۴) ترمذی حدیث نمبر ۳۳۳۹ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے علامہ البانی رحمہ اللہ نے حسن کہا ہے دیکھئے صحیح سنن ترمذی ج ۳ حدیث نمبر ۳۳۳۹]

اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوقات میں سے کسی چیز کی قسم کھانا باری تعالیٰ کی جانب سے اس چیز کی برتری اور فضیلت بیان کرنا مقصود ہوتا ہے، امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ کا بعض مخلوقات کی قسم کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مخلوق اسکی بڑی نشانیوں میں سے ہے'' [دیکھئے التبیان فی أقسام القرآن ۳] نیز انھیں کا یہ بھی قول ہے کہ [عشرۂ ذی الحجہ کی فجر ایسا وقت ہے جو مناسکِ حج کے عظیم تر افعال اور قابلِ عظمت جگہوں کو شامل ہیں جنکی ادائیگی اسی وقت ہوتی ہے، اور یہ اللہ کے ان شعائر میں سے ہے جسمیں بندہ اپنے رب کے جناب سرِ تسلیم خم کرتا ہے، کیونکہ حج اور قربانی خالص اللہ کی عبادت اور اسکی عظمت وکبریائی کیلئے منقاد ہونا ہے، چنانچہ ایسے اوقات وزمانے جو اسطرح کے اعمال کیلئے ہوں اس لائق ہیں کہ اللہ عزوجل انکی قسمیں کھائے](۱)

۲۔ اِن دنوں میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب اور پسندیدہ ہے، ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "مَا مِنْ أَيَّامِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيهِنَّ أَحَبُ إِلَى اللهِ مِنْ هذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ. قَالُوا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَلا الجِهَادُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ وَلا الجِهَادُ فِى سَبِيْلِ اللّٰهِ إِلا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِه وَ مَالِه فَلَمْ يَرْجِعْ مَنْ ذٰلِكَ بِشَئٍ " "ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی بنسبت کوئی ایسا دن نہیں ہے جسمیں نیک عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، صحابۂ کرام نے عرض کیا ؟

(۱) التبیان ۱۹

اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد بھی نہیں، سوائے اس آدمی کے جو اپنی جان ومال کے ساتھ نکلے اور اسمیں سے کچھ بھی لیکر واپس نہ ہو (یعنی شہید ہو جائے)'' (۱)

۳۔عرفہ کا دن (۹ ذی الحجہ) تمام دنوں میں سب سے افضل دن ہے، اسمیں گناہ ومعاصی مٹا دیئے جاتے ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''مَامِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللّٰهُ فِيهِ عَبْداً مِنَ النّارِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ'' [عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن بھی اللہ تعالیٰ بندہ کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا] (۲)

۴۔عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَأَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الإِسْلَامِ وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ۔ [عرفہ اور قربانی کا دن نیز اَیامِ تشریق (۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ) ہم مسلمانوں کی عید کا دن ہے اور یہ کھانے پینے کا دن ہے] (۳)

حدیثِ مذکور میں عید سے مراد فرحت ومسرت کے دن ہیں، اسکا قطعاً یہ

---

(۱) بخاری/ ۹۶۹ (۲) مسلم حدیث نمبر ۱۳۴۸

(۳) ترمذی/ ۳۷۷ ابوداؤود/ ۲۴۱۹ نسائی/ ۳۰۰۴ حاکم ۱/ ۴۳۴، اس حدیث کو امام حاکم رحمہ اللہ نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اسکی موافقت کی ہے، اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سننِ ترمذی/ ۳۷۷ میں صحیح کہا ہے

مطلب نہیں ہے کہ مذکورہ اَیام پرعید کے سارے احکام منطبق ہوں گے،اسی طرح مسلمانوں کی خوشیوں اور عیدوں کے دن عبادتوں سے منسلک اور جڑے ہوئے ہیں، چنانچہ عید الفطر رمضانِ مبارک کے صوم (روزے) کی تکمیل کے بعد آتی ہے،لہذا یہ دن اس بات پر سامانِ خوشیاں ہے کہ بندہ نے رمضانِ مبارک کے صوم اوراسکی راتوں کی عبادتوں کی تکمیل کی۔

اورعید الاَضحیٰ (عیدِ قرباں) میدانِ عرفہ میں حجاجِ کرام کے ٹھہرنے کے بعد آتا ہے جوکہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے،لہذا عیدِ قرباں مناسکِ حج کے عظیم ترین رکن کی ادائیگی کے بعد سامانِ خوشی ہے۔

اِن مبارک دنوں کی فضیلت کا تقاضا ہے کہ مؤمن اِن دنوں کے ایک ایک سکنڈ ومنٹ اور گھنٹوں کوغنیمت سمجھتے ہوئے اللہ کی جانب متوجہ ہواوران دنوں کی عطر بیز فیوض وبرکات سے اپنے نامۂ اعمال کومعطر کرے،اوراللہ کی رحمتوں کا متلاشی ہو۔اِن دنوں میں نوع بنوع مختلف مشروع عبادتیں اور نیک اعمال کرنے کی انتہائی کوشش کرے کیونکہ ان دنوں میں کئے گئے سارے اعمالِ صالحہ اللہ تعالیٰ کومحبوب ہیں، جیسا کہ فرمانِ رسول ﷺ ہے''ان دنوں کی بنسبت کوئی دوسرا دن نہیں ہے جسمیں نیک عمل اللہ تعالیٰ کوسب سے زیادہ پسندیدہ ہو''

عمومی طور پر مذکورہ دنوں میں نیک اعمال اللہ تعالیٰ کوسب سے زیادہ محبوب ہیں پھربھی کچھ مخصوص عبادات اور بندگیاں ہیں جنکا ان دنوں میں مستحب

ہونا ثابت اور انکا اہتمام کرنا مشروع ہے، چنانچہ ہر فرد بشر کو انھیں یاد رکھنا چاہیئے بھلانا نہیں چاہیئے نیز انھیں انجام دینے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیئے ۔ اس موسم میں حج جو کہ ارکانِ اسلام میں سے ایک رکن اور بہت بڑی عبادت ہے اسکے علاوہ جو نیک اعمال ثابت شدہ اور مشروع ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں ۔

ا۔**صوم**: (روزہ) ذی الحجہ کے تمام نو دنوں کا صوم رکھنا مستحب ہے، البتہ عرفہ کے دن کے صوم کی تاکید کی گئی ہے نبی ﷺ کی بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ [۹ ذی الحجہ، یوم عاشورہ (دسویں محرم) اور ہر ماہ تین دن (عربی ماہ کے اعتبار سے ۱۳، ۱۴، ۱۵)، اور ہر ماہ کے پہلے سوموار وجمعرات کو صوم رکھتے تھے] (۱)

ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''صِیَـــامُ یَـوْمِ عَـرَفَةَ أَحْتَسِـبُ عَـلَـى الـلَّهِ أَنْ یُکَفِّرَ السَّنَةَ التِی قَبْلَه وَ السَّنَةَ التِی بَـعْدَه '' [عرفہ کے صوم کے بارے میں مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ایک سال اس سے پہلے اور ایک سال اسکے بعد کے گناہ معاف فرمادے گا] (۲)

سلفِ صالحین رحمہم اللہ دوسرے دنوں کی بنسبت عرفہ کے صوم کا خاص خیال رکھتے تھے اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: '' مَـا مِـنْ یَوْمٍ مِـنَ السَّـنَةِ صَـوْمُـهُ أَحَـبَّ إِلَیّ مِنْ یَوْمِ عَرَفَةَ ''[پورے سال میں عرفہ کے

(۱) ابوداؤد/ ۲۴۳۷، نسائی/ ۲۳۷۳ (۲) مسلم/ ۱۱۶۲

صوم سے زیادہ کسی اور دن کا صوم میرے نزدیک محبوب نہیں ہے](۱)

اور بخاری ومسلم میں اُم الفضل بنتِ الحارث رضی اللہ عنہا سے مروی ہے [عرفہ کے دن لوگ انکے پاس نبی ﷺ کے صوم کے بارے میں قیاس آرائی کرنے لگے، چنانچہ انمیں سے کچھ لوگوں نے کہا آپ صوم سے ہیں، اور بعض لوگوں نے کہا کہ آپ صوم سے نہیں ہیں، لہٰذا اُم الفضل رضی اللہ عنھا نے آپ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ بھیجا جبکہ آپ ﷺ اپنی اونٹنی پر تھے تو آپ نے اسے نوش فرمالیا](۲)

(تنبیہ: یومِ عرفہ کا صوم حجاجِ کرام کیلئے نہیں ہے کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس دن صوم نہیں رکھا ہے۔مترجم)

اُیامِ تشریق جو کہ ۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ ہیں اِن دنوں کو صوم رکھنا مشروع اور درست نہیں ہے، کیونکہ فرمانِ رسول ﷺ ہے "أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَ ذِكْرِاللّهِ "[اُیامِ تشریق خورد ونوش اور اللہ کا ذکر واُذکار کرنے کے دن ہیں](۳) مؤطا میں ہے کہ [عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما اپنے والد کے پاس تشریف لائے، تو دیکھا کہ وہ کھا رہے ہیں، انکے والد نے انھیں کھانے پر بلایا جس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں صوم سے ہوں، انکے والد نے کہا هذه الأَيَّامُ التِي نَهَانَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ صِيَامِهِنَّ وَأَمَرَنَا

(۱) بیہقی فضائل الأوقات/۳۶۲ (۲) بخاری/۱۹۸۸ مسلم/۱۱۲۳ (۳) مسلم/۱۱۴۱، أحمد ۵/۷۵

بِـفِـطْـرِهِـنَّ،، ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صوم رکھنے سے منع کیا ہے ،ہمیں بلا صوم رہنے کا حکم دیا ہے] (۱)

۲۔ذکر واَذکار؛ زبان کی چاشنی،قلبی ونفسیاتی اطمئنان وراحت اور سکون سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ذکرواَذکار کے ثمرات اور نتیجے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿أَلَا بِـذِكْـرِاللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ [یاد رکھو اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے] (۲)

ایک صحیح حدیث میں ہے "لَايَـزَالُ لِسَـانُكَ رطْبـاً بِـذِكْـرِاللّٰـهِ" [ہمیشہ تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہنا چاہیئے] (۳)

ذکرواذکار چاہے اللہ کی ثنا ہو، یا اللہ تعالیٰ سے طلب وفرمائش ہو ہر وقت مشروع ہے۔صحیح مسلم میں ہے کہ [نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے] (۴) اسکے باوجود فضیلت والے وقتوں میں اسکی تاکید کی گئی ہے، اور بلا شبہہ عشرۂ ذی الحجہ،قربانی کا دن، اور ذی الحجہ کی ۱۱،۱۲،۱۳ تاریخیں نا قابلِ انکار فضیلت والے دن ہیں احادیثِ رسول ﷺ سے اِسی کی رہنمائی ملتی ہے۔چنانچہ ابنِ عمر رضی اللہ کی

---

(۱) مؤطا ۱/۲۶۹ (۲) سورہ رعد ۲۸ اللہ کے ذکر سے مراد اللہ کی وحدانیت کا بیان، اللہ کی عبادت، تلاوتِ قرآن پاک،نوافل اور دعاء ومناجات ہے جو اہلِ ایمان کے دلوں کی خوراک ہے یا اس کے احکام وفرامین کی اطاعت وبجا آوری ہے،جس کے بغیر اہلِ ایمان وتقویٰ بے قرار رہتے ہیں۔مترجم (۳) ترمذی ۳۳۷۵ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح سنن ترمذی ۳/ ۳۸۵ میں صحیح کہا ہے (۴) صحیح مسلم/ ۳۷۳

حدیث میں ہے "مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْظَمَ عِنْدَاللّٰهِ وَلَا أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنَ الْعَمَلِ فِيهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ، فَأَكْثِرُوا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ وَالتَّكْبِيرِ وَ التَّحْمِيدِ "[ان دس دنوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دن زیادہ قابلِ عظمت نہیں ہے اور نہ ہی ان دنوں کی بنسبت کسی اور دن کا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے، لہٰذا ان دنوں میں زیادہ سے زیادہ لا إله إلا الله ،الله أكبر، اور الحمد لِلّٰہ کہو](۱)

اور مؤطا میں طلحہ بن عبید سے مرسل روایت آئی ہے "أَفْضَلُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُهُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰه وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه، " "سب سے افضل دعاء عرفہ کے دن کی دعاء ہے، اور سب سے بہتر دعاء وہ ہے جو میں نے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں نے کی ہے وہ ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰه وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه" (۲)

اور ایام تشریق کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ﴾ (۳)[اور اللہ کی یاد اِن گنتی کے چند دنوں (اَیامِ تشریق) میں کرو]

(۱) مسند احمد ۲/۷۵، اس حدیث کی سند میں یزید بن أبی زیاد راوی ضعیف ہیں، مگر عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت دوسری صحیح روایتوں سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح بخاری/ ۹۶۹ (۲) مؤطا ۱/۱۶۷/ ۱۶۸، صحیحہ/۱۵۰۳، سننِ ترمذی میں اس طرح ہے "خَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ وَ خَيْرُ مَا قُلْتُه أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰه وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه، لَه الْمُلْكُ وَلَه الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " "سب سے بہترین دعاء عرفہ کے دن کی دعاء ہے، اور سب سے اچھی دعاء جو میں نے اور مجھ سے پہلے سارے نبیوں نے کہی ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰه وَحْدَه لَا شَرِيْكَ لَه، لَه الْمُلْكُ وَلَه الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ " (صحیح سننِ ترمذی ۳۵۸۵/البانی) مترجم (۳) سورہ بقرہ/۲۰۳

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے کہ ''أَیَّـــــــــامٍ مَّـعْلُوْمَاتٍ'' سے مراد ذی الحجہ کے ابتدائی دس ایام اور ''مَعْدُوْدَات'' سے مراد أیامِ تشریق (۱۱،۱۲،۱۳ذی الحجہ) ہے''(۱)

اِن دنوں میں مشروع ذکر سے مراد تکبیرِ مطلق اور مقید دونوں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے صحیح میں ذکر کیا ہے کہ [ابنِ عمر رضی اللہ عنہما منیٰ کے اندر اپنے قبے میں تکبیر کہتے تھے جسے مسجد والے سنتے تھے چنانچہ مسجد اور اہلِ بازار اتنی زور زور سے تکبیر کہتے تھے کہ پورا منیٰ صدائے تکبیر سے گونج اٹھتا تھا۔اور ابنِ عمر رضی اللہ عنہما اِن دنوں منیٰ میں، ساتھ ہی ساتھ ہر صلاۃ کے بعد، اپنے بستر پر، اپنے خیمے اور اپنی مجلس میں اور اپنے پیدل چلنے کے راستے میں ان پورے دنوں میں تکبیر کہتے تھے، اور میمونہ رضی اللہ عنہا قربانی کے دن تکبیر کہتی تھیں، اسی طرح عورتیں أبان بن عثمان اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم کے پیچھے مسجد میں مَردوں کے ساتھ أیامِ تشریق کی راتوں میں تکبیر کہتی تھیں](۲)

اس طرح [ابنِ عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم دونوں عشرۂ ذی الحجہ میں بازار جاتے اور تکبیر کہتے چنانچہ انکی تکبیر سن کر لوگ تکبیر کہتے تھے](۳)

تکبیرِ مطلق، ماہِ ذی الحجہ کے آغاز سے أیامِ تشریق کے اخیر تک کہنا مشروع ہے، ہر مسلمان کو یہ تکبیر کہنی چاہیے، اللّٰہُ أکبر، اللّٰہُ أکبر، لاإلٰہَ

---

(۱) صحیح بخاری ۲/۴۵۷ (۲) صحیح بخاری ۲/۴۶۱ (۳) بخاری ۲/۴۵۷

إلا اللّٰهُ اللّٰهُ أكبر اللّٰهُ أكبر ولِلّٰهِ الحَمدُ، یہ تکبیر گھر، بازار ایک جگہ سے دوسری جگہ یا ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہوتے وقت کہنی چاہیئے،

البتہ تکبیرِ مقید جسکا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا تکبیر عرفہ کے دن صلاۃ فجر سے أیامِ تشریق کے آخر دن کی صلاۃِ عصر تک کہی جائے، یعنی پانچ دن کل ۲۳ فرض صلاۃ کے بعد۔

ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں [اس سلسلے میں نبی ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے، اوراس بابت سب سے صحیح بات جو صحابہ سے ثابت ہے علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم کا قول ہے، کہ عرفہ کی صبح سے منیٰ کے آخری دن تک](۱)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ [جو بعض سلف سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ عرفہ کے دن صلاۃِ فجر کے بعد تکبیر کہنا شروع کرتے تھے اسکو امام شافعی رحمہ اللہ نے مستحب قرار دیا ہے](۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ عرفہ کے دن صلاۃِ فجر کے بعد سے أیامِ تشریق کے اخیر تک تکبیر کہنا کس حدیث سے ثابت ہے؟'' تو اس پر انہوں نے جواب دیا کہ علی، عمر، ابنِ عباس، ابنِ مسعود رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے'' (۳)

۳۔صلاۃِ عید ؛ صلاۃِ عید نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ امور میں سے ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ صلاۃِ عید فرضِ عین ہے، جبکہ بعض کا خیال ہے کہ فرضِ کفایہ ہے، اور بعض علماء سنتِ مؤکدہ کہتے ہیں.

---

(۱) فتح الباری ۴۶۲/۲ (۲) فضائلِ اوقات ۴۱۷ (۳) العدہ شرح العمدہ ۱۱۳-۱۱۴

مذکورہ اختلاف سے قطعِ نظر سنتِ نبی کریم ﷺ کو زندہ اور صلاۃِ عید کے اجروثواب کی امید کرتے ہوئے انسان کیلئے عمدہ عمل یہی ہے کہ وہ اسمیں لاپرواہی نہ برتے، نبی کریم ﷺ اس بات پر بے حد حریص تھے کہ صلاۃِ عید آپکے صحابہ اور انکے اہلِ خانہ میں سے کسی سے فوت نہ ہو، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے، اُمِ عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں "كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ حَتىٰ نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا حَتىٰ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ فَيَكُنَّ خَلْفَ النَّاسِ، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ، وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ، يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَ طُهْرَتِه" [ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں یہاں تک باکرہ (کنواری) کو بھی نکالیں، بلکہ حیض والی عورتوں کو بھی لے جائیں، وہ لوگوں کے پیچھے رہیں گی، لوگوں کی دعاء کے ساتھ دعائیں کریں گی، اور اُس دن کی برکت وپاکیزگی کی امید رکھیں گی](۱)

۴۔ **قربانی:** قربانی سے مراد وہ جانور ہے جسے عید الأضحیٰ کے دنوں میں عید کیوجہ سے اللہ تعالی کی قربت حاصل کرنے کیلئے ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی کتاب وسنت سے ثابت شدہ عبادتوں میں سے ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ [پس تو اپنے رب کیلئے صلاۃ پڑھ اور قربانی کر](۲)

اور صحیح بخاری ومسلم میں اَنس بن مالک رضی اللہ عنھما سے مروی ہے، انھوں نے کہا کہ "ضَحّٰى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ أَقْرَنَيْنِ ، ذَبَحَهُمَا بِيَدِه

(۱) بخاری/۹۷۱ (۲) سورہ کوثر/۲

وَسَمّٰی وَ کَبَّرَ وَوَضَعَ رِجلَہ‘ عَلٰی صِفَاحِھِمَا '' ''نبی ﷺ نے دو چتکبرا سینگدار مینڈھے کی قربانی کی، اُن دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا، بسم اللہ اللہ اکبر کہا اور اپنا پیر اُن دونوں کی گردن پر رکھا''(۱)

ابنِ حجر رحمہ اللہ کا قول ہے کہ: ''اسمیں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ قربانی اللہ تعالیٰ کی شریعتوں میں سے ہے''(۲)

قربانی کے چند اہم احکام ومسائل

☆ جمہور علماء کرام کے نزدیک قربانی سنتِ مؤکدہ ہے۔(۳) اور بعض ایسے علماء نے جو قربانی کے عدمِ وجوب کے قائل ہیں صراحت کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ عمل ہے، (۴) قربانی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے(۵) یہی امام مالک رحمہ اللہ کا بھی ایک قول ہے اور یہی امام حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت میں ہے(۶) بلا شبہ اختلاف سے بچتے ہوئے اور ثواب کی امید کرتے ہوئے احوط اور زیادہ مناسب یہی ہے کہ قربانی کی استطاعت کے بعد کوئی مسلمان بندہ اسے نہ چھوڑے۔

☆ صدقہ اور خیرات کرنے سے زیادہ افضل اور بہتر قربانی کرنا ہے، اگرچہ صدقات قربانی کے جانور کی قیمت سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ قربانی یہ وقتی عبادت اور نبی ﷺ کی سنت ہے۔

---

(۱) بخاری/۵۵۶۵ مسلم/۱۹۶۶ (۲) فتح الباری ۱۰/۳ (۳) مغنی ۱۳/۳۶۰ (۴) الإنصاف ۴/۱۰۵ (۵) بدائع الصنائع ۵/۶۲ (۶) حاشیہ ابنِ قاسم ۴/ ۲۳۸، حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ۲/۴۶۰

☆ (دین کے دوسرے اعمال کے مانند) قربانی میں اصل یہ ہے کہ وہ زندوں کی طرف سے ہو، البتہ زندوں کے تابع کر کے مردوں کی طرف سے کرنا جائز ہے، وہ اسطرح سے کہ زندہ شخص اپنی طرف سے قربانی کرے اور اپنے ساتھ کسی ایک میت یا کئی میتوں کو شامل کر لے، ہاں صدقہ کے طور پر میت کی طرف سے مستقل طور پر بھی قربانی کرنا جائز ہے، اسی طرح اگر میت کی وصیت ہو تو اسکی وصیت کی تکمیل کی خاطر مستقل اسکی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔

☆ اگر کسی شخص نے ایک یا کئی قربانیاں کرنے کی وصیت کی تو زندہ پر اسکی وصیت پوری کرنا اس وقت تک فرض اور ضروری نہیں ہے جب تک کہ وصیت کرنے والے شخص نے اِتنا مال نہ چھوڑا ہو جو وصیت پوری کرنے کیلئے کافی ہو، اور اگر چھوڑا ہوا مال کافی نہیں ہے تو اسکو کئی سال تک جمع کرے گا اور جب قربانی بھر کیلئے ہو جائے گا تو قربانی کرے گا. ہاں اگر قربانی کے جانور کی پوری قیمت یا ناقص قیمت اپنے مال میں سے صدقہ کر دے تو یہ بہت اچھا عمل اور کارِ خیر ہے.

☆ قربانی کا وقت صلاۃِ عید کے بعد شروع ہوتا ہے، فرمانِ رسول ﷺ ہے "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ" [جس شخص نے صلاۃ سے قبل ذبح کیا تو وہ دوبارہ ذبح کرے] (۱)

نیز فرمایا "إِنَّ أَوَّلَ نُسِكِنَا فِي يَوْمِنَا هَذا أَنْ نَبْدَأَ بِالصَّلَاةِ، ثُمَّ نَرْجِعُ، فَنَنْحَرُ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ وَافَقَ سُنَّتَنَا، وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ ذٰلِكَ

(۱) بخاری/۹۵۴ مسلم/۱۹۶۲

فَإِنَّمَا هُوَ شَئٌ عَجَّلَه' لِأَهْلِه،لَيْسَ مِنَ النُّسكِ فِي شَئٍ "[آج کے دن ہماری پہلی عبادت یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے صلاۃ ادا کریں گے پھر واپس جا کر قربانی کریں گے، جس نے اس طرح کیا اس نے میری سنت پا لی، اور جس نے اس سے پہلے ذبح کر دیا تو اس نے اپنے اُہل وعیال کیلئے جلد بازی کی، اور یہ عبادتِ قربانی میں سے کچھ بھی نہیں ہے،،(۱)

اس سلسلے میں اُفضل یہ ہے کہ صحیح قول کے مطابق جب تک امام عید کے کے خطبے سے فارغ نہ ہوجائے ذبح نہ کیا جائے، کیونکہ نبی ﷺ نے صلاۃِ عیداور خطبۂ عید سے فراغت کے بعد قربانی کیا ہے.

☆ دن میں قربانی کرنا اُفضل ہے، اور جمہور علماءِ کرام کے نزدیک رات میں بھی ذبح کرنا جائز ہے، جن علماء نے رات میں ذبح کرنے سے منع کیا ہے انکی دلیل عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما کی حدیث ہے کہ " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ يُضَحَّى لَيْلاً "

[نبی ﷺ نے رات میں قربانی ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے](۲)

☆ قربانی کا وقت اُیّامِ تشریق (۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ) کے آخری دن کے غروبِ آفتاب تک ہے، اور اُیّامِ تشریق کا آخری دن ۱۳ ذی الحجہ ہے، یعنی قربانی ذبح

---

(۱) بخاری/۹۷۶، مسلم/۱۹۶۱ (۲) طبرانی معجم کبیر/۱۱/۱۹۰ لیکن یہ حدیث حد درجہ ضعیف ہے قابلِ حجت نہیں ہے، اسکی سند میں سلیمان بن سلمہ الخبائری متروک راوی ہے (مجمع الزوائد ۴/۲۳)

کرنے کا وقت تین راتیں اور چار دن ہیں، یہی جمہور علماءِ کرام کا قول ہے(۱)

(۱) سورۃ بقرہ کی آیت (نمبر۲۰۳) میں مذکور ﴿أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ﴾ کے بابت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ (الأيام المعدودات أيام التشريق، وهى أربعة أيام يوم النحر و ثلاثة بعده) یعنی ''اَیامِ معدودات (گنتی کے چند دن) سے مراد ایامِ تشریق: بقرعید کا دن پھر تین دن اسکے بعد ہیں'' یعنی ۱۱،۱۲،۱۳ ذوالحجہ۔ اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ایامِ تشریق تین دن ہیں ۱۱،۱۲،۱۳ (دیکھئے ،کتاب الاضحیۃ ص۴۳۰ طبع لکھنو) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے ایامِ معدودات کی یہی تفسیر نقل فرمائی ہے (دیکھئے ص۵۷۰، مطبوعہ لاہور ۱۳۰۹ھ) چنانچہ جب یہ ثابت ہوگیا کہ یوم النحر (قربانی کے دن، ۱۰ ذی الحجہ) کے علاوہ ایامِ تشریق تین دن ہیں یعنی ۱۱،۱۲،۱۳ ذی الحجہ تو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ ایامِ تشریق قربانی کے بھی دن ہیں، جن میں قربانی کی جاسکتی ہے، چنانچہ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے (كُلُّ أيَّامِ التَّشْرِيقِ ذَبْحٌ) اسکو احمد اور ابنِ حبان نے روایت کیا ہے نیز نصب الرایہ ج۴، ص۲۱۲۔ سنن دار قطنی، ج۴، ص۲۸۴، طبع جدید، السنن الکبری/ للبیھقی، ج۹، ص۴۹۸، طبع جدید میں بھی ہے ،، یعنی رسول ﷺ نے فرمایا کہ ''سارے ایامِ تشریق ذبح کے ہیں'' علامہ البانی نے اسے صحیح الجامع رقم ۴۵۳۷ میں درج کیا ہے، علامہ مناوی نے اسکو صحیح تسلیم کیا ہے، (فیض القدیر، ج۵، ص۲۷) حافظ ہیثمی نے اسکے تمام راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے (مجمع الزوائد، ج۳ ص۲۵۱) صاحبِ الفتح الربانی نے اسکے انقطاع کی تردید اور صحت کی توثیق کی ہے (الفتح الربانی، ج۱۳، ص۹۴) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسکے تمام طرق پر بحث کر کے اسکو دیگر شواہد کی بنا پر قابلِ حجت گردانا ہے (الصحیحہ، ج۵ ص۶۱۷) شعیب الأرناؤط نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے (زاد المعاد، بتحقیق شعیب الأرناؤط ج۲، ص۳۱۸) (منقول از احسن البیان، حافظ صلاح الدین یوسف تفسیر سورہ الحج آیت نمبر ۲۸)، اور عمر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ''إِنَّما النَّحرُ فى هذِه الثَلاثةِ الايَّام) (المحلی ج۷، ۳۷۷) تو یہ مکمل طرح سے ضعیف ہے، لہذا یہی بات صحیح ہے کہ قربانی ۱۳ ذی الحجہ کی شام تک کر سکتے ہیں، اور یہی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عطاء بن أبی رباح، اوزاعی، شافعی، ابن المنذر، ابنِ تیمیہ رحمھم اللہ کا بھی قول ہے (رسائل فقھیہ شیخ محمد صالح العثیمین ص۵۴) (مترجم)

☆ جانوروں میں سے صرف گائے، بھیڑ، بکرا بکری، اور اونٹ کی قربانی جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكاً لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ... ﴾اور ہر امت کیلئے ہم نے قربانی کے طریقے مقرر فرمایا ہے تاکہ وہ ان چوپائے (جانوروں) پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انھیں دے رکھا ہے](۱)

☆ ایک بکری یا بکرا صرف ایک آدمی کی طرف سے کفایت کرے گا، البتہ گائے اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہوں گے، جیسا کی جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ "نَحَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ عَامَ الحُدَيْبِيَّةِ البَدَنَةَ عَنْ سَبْعَةٍ وَ البَقَرَةَ عَنْ سَبْعَةٍ" [ہم لوگوں نے صلح حدیبیہ کے سال رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اونٹ سات آدمیوں اور گائے سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی](۲)

☆ یہ بھی جائز ہے کہ کوئی شخص ایک بکری کا مالک ہو یا گائے اور اونٹ میں ساتویں حصہ کا مالک ہو اور اسے اپنی طرف سے قربانی کرکے ثواب میں دوسرے لوگوں کو شامل کرلے، کیوں کہ نبی ﷺ نے جس وقت اپنی قربانی ذبح کی تو آپ نے کہا:"بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ،وَآلِ مُحَمَّدٍوَأُمَّةِ

(۱)سورۃ حج ۳۴ (۲)مسلم/ ۱۳۱۸،یعنی ایک گائے یا اونٹ میں قربانی کے سات حصے ہوتے ہیں لہذا اگر کوئی شخص اکیلا ایک گائے یا ایک اونٹ کی قربانی کی تو اس نے سات قربانیاں کی، مترجم

مُـحَمَّدٍ'' [میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے اے میرے اللہ! تو قبول فرما محمد ،آلِ محمد، اورامتِ محمد کی طرف سے](۱)

البتہ اگر ایک ہی بکری یا گائے اور اونٹ کا ساتواں حصہ دو آدمیوں کی مشترکہ ملکیت ہوتو ایسی صورت میں اس مشترکہ بکری یا گائے یا اونٹ کے مشترکہ حصہ کو دونوں کی طرف سے قربانی کرنا صحیح نہ ہوگا. بلکہ صحیح قول کے مطابق اگر دوآدمی کسی دو بکری میں قربانی کیلئے شریک ہوجائیں تو یہ قربانی دونوں کی طرف سے کافی نہ ہوگی. کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک کیلئے دونوں بکریوں میں کچھ نہ کچھ حصہ ہوگا۔ (۲)

☆ اگر دو بھائی قربانی کے لئے ایک بکری یا گائے یا اونٹ کا ساتواں حصہ خریدنے میں شریک ہوکر باہم یہ اتفاق کرلیں کہ قربانی ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے یا کسی تیسرے شخص کی طرف ہوگی، مثال کے طور پر دونوں متفق ہوجائیں کہ اُن دونوں کی ماں کی طرف سے یہ قربانی ہوگی تب ایسی صورت میں جائز ہوگی، کیونکہ یہ قربانی صرف ایک کی طرف سے ہوگی.

☆ اونٹ، گائے اور بکرا میں سے قربانی کیلئے جانور کا ثنی ہونا ضروری

---

(۱) مسلم ۱۹۶۷ (۲) البتہ اگر دونوں شخص دونوں بکریوں کو الگ الگ تقسیم کرلیں اسطرح کہ ایک بکری ایک کی مستقل ملکیت اور دوسری بکری دوسرے شخص کی مستقل ملکیت ہوجائے تو اب ہر ایک کے لئے الگ الگ قربانی کرنا جائز ہوگا۔ مترجم

ہے،ثنی سے مراد جس کے سامنے کے دانت گر گئے ہوں، عام طور سے وہ اونٹ جس کی عمر پانچ سال مکمل ہو جائے، وہ گائے جو دو سال کی ہو جائے، وہ بکرا جو ایک سال کا ہو جائے تو اسکے دانت گر جاتے ہیں اور وہ بھیڑ جو چھ ماہ کا ہو تو انکی قربانی کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ انھوں نے نبیﷺ سے کہا[اے اللہ کے رسولﷺ میرے پاس (جذعہ) چھ ماہ کا بھیڑ ہے تو آپ نے فرمایا اسکی قربانی کرو](۱)

☆ أفضل اور بہتر یہ ہے کہ قربانی کیلئے ایسا جانور اختیار کیا جائے جو عیب دار نہ ہو، اور فربہ وتوانا اور صاف ستھرا ہو.

قربانی کے جانور میں پائے جانے والے عیوب دوطرح کے ہیں

۱۔ ایسے عیوب جسکی وجہ سے اس جانور کی قربانی درست نہیں ہے، اور ایسے جانوروں کا ذکر براء بن عازب رضی اللہ عنہما کی حدیث میں آیا ہے نبیﷺ سے پوچھا گیا کہ قربانی کے جانور میں کس چیز سے بچا جائے ؟ تو آپﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرماتے ہوئے کہا: "أَرْبَعاً، اَلْعَرْجَاءُ اَلْبَيِّنُ ضِلَعُهَا، وَ اَلْعَوْرَاءُ اَلْبَيِّنُ عَوَرُهَا،وَاَلْمَرِيْضَةُ اَلْبَيِّنُ مَرْضُهُا،وَاَلْعَجْفَاءُ اَلَّتِي لَا تُنْقِي" [چار سے بچا جائے ،وہ لنگڑا جسکا لنگڑا پن ظاہر ہو، وہ اندھا جسکا اندھا پن ظاہر ہو، وہ بیمار جسکی بیماری ظاہر ہو، وہ دبلا جسکا دبلا پن اسقدر ظاہر ہو کہ اسکی ہڈیوں میں گودیاں نہ ہوں](۲)

(۱) بخاری/ ۵۵۴۷/مسلم/ ۱۹۶۵ (۲) ترمذی/ ۱۴۹۷امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، صحیح سنن ترمذی ۱۴۹۷

ابنِ قدامہ رحمہ اللہ نے ان چاروں عیبوں کے بارے میں کہا ہے'' کہ اس سلسلے میں اہلِ علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جن جانوروں میں یہ عیوب پائے جائیں گے وہ قربانی کیلئے درست نہ ہوں گے''(۱)

مذکورہ عیوب میں وہ عیب بھی شامل ہوگا جو اسطرح کا یا اس سے زیادہ ہوگا جیسے اندھا یا چاروں پیروں میں سے کوئی ایک پیر کٹا ہو یا دنبہ کا پچھلا حصہ کٹا ہو۔

۲۔ ایسے عیوب جن کے باوجود قربانی ہوجائے گی، البتہ ایسے جانوروں کی قربانی مکروہ ہے، جسمیں مندرجہ ذیل خامیاں اور عیوب پائے جاتے ہیں۔

۱۔وہ جانور جسکی سینگ یا کان کٹا ہو۔

۲۔وہ جانور جسکا کان پھٹا ہو۔

۳۔وہ جانور جسمیں لنگڑاپن یا اندھا پن یا بیماری ایسی ہو جو غیر واضح اور بالکل ظاہر نہ ہو۔

۴۔میڈھے کے علاوہ جسکا دُم کٹا ہو۔

۵۔وہ جانور جسکے دانتوں کے کچھ حصے ٹوٹ گئے ہوں۔

٦۔وہ جانور جسکے تھن کا اوپری حصہ کچھ کٹا ہوا ہو۔

☆اگر قربانی کے جانور کی تعیین (نامزدگی) کے بعد قربانی کرنے والے کی کسی کوتاہی یا لاپرواہی کیوجہ سے اسمیں کوئی ایسا عیب پیدا ہوجائے جسکی وجہ سے اسکی قربانی درست نہ ہو تو ایسی صورت میں اس جانور کا بدل ضروری اور لازم ہے چاہے یہ قربانی واجب ہو یا نفل۔

☆اسی طرح اگر کسی پر قربانی واجب تھی اور جانور کی تعیین اور نامزدگی

---

(۱) المغنی ۳٦۹/۱۳

کے بعد اگر اسمیں کوئی عیب پیدا ہو جائے جس میں مالک کا کوئی عمل دخل نہ ہوتو ایسی صورت میں جانور کا بدلنا ضروری ہے، اور اگر متعین کرنے سے پہلے اس پر قربانی واجب نہ ہو پھر اس جانور میں کوئی عیب پیدا ہو جائے چاہے اسکی وجہ مالک ہو یا نہ ہوتو وہ اس جانور کی قربانی کرلے اور اِن شاءاللہ یہ قربانی ہو جائے گی۔

☆ نبی ﷺ کی اقتدا اور پیروی کرتے ہوئے بذاتِ خود قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مستحب ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ یہ ایسا عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت مقصود ہے، نیز ہر وہ عمل جس سے اللہ کی قربت مقصود ہو بنست دوسرے کو وکیل یا نائب بنانے سے بذاتِ خود انجام دینا اُفضل اور بہتر ہے، اور اگر کسی کو ذبح کرنے کیلئے نائب بنا دے تو اسکے لئے وہاں موجود رہنا مستحب ہے واجب وفرض نہیں ہے۔

☆ گذشتہ باتوں کی بنیاد پر اپنی قربانی ذبح کرنے میں کسی کو نائب بنانا جائز ہے، چاہے اپنے ملک میں ہو یا کسی دوسرے ملک میں، البتہ اگر کسی نے قربانی کی جگہ کے سلسلے میں وصیت کردی ہے تو قربانی اسی جگہ کی جائے گی جہاں وصیت کرنے والے نے وصیت کی ہے۔ (۱)

☆ قربانی کا اہم مقصد اللہ کے شعائر کا اظہار اور فقراء ومساکین کو کھلانا

---

(۱) بشرطیکہ کسی غلط جگہ قربانی کی وصیت نہ کی ہو جیسے مزار، قبرستان، استھان، درگاہ یا شرکیہ وبدعیہ اور ھندوانہ میلے ٹھیلے کے مقامات وغیرہ۔ مترجم

ہے،اسی وجہ سے رسول ﷺ نے ابتدائے اسلام میں مسلمانوں پر قربانی کے گوشت تین دن سے زیادہ تک ذخیرہ اندوزی حرام قرار دیا تھا، تاکہ قربانی کا گوشت زیادہ سے زیادہ مسکینوں اور ضرورت مندوں تک پہنچ جائے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں سلمہ بن الأ کواع رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[تم میں سے جو شخص قربانی کرے تین دن کے بعد اسکے گھر میں کچھ باقی نہ رہے،،تو جب اگلا سال آیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم ویسا ہی کریں جیسے گزشتہ سال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا: کھاؤ اور کھلاؤ اور ذخیرہ کرو، کیونکہ سالِ گذشتہ لوگوں کو تنگ دستی لاحق تھی، بنابریں میری خواہش تھی کہ تم لوگ اس حالت میں لوگوں کی اعانت اور امداد کرو]اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے [یقیناً اُس سال لوگ مشقت اور تنگ دستی میں تھے تو میں نے چاہا کہ قربانی کا گوشت لوگوں تک پہنچ جائے](۱)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن حضرات کو وسعت اور مالداری دے رکھی ہے وہ نادار اور غریب ملکوں میں اپنے اُن بھائیوں کو یاد کریں جنھیں گوشت کی لذت چکھنے کا موقع بہت کم ہی ملتا ہے، بلکہ بسا اُوقات اپنے کھانے پینے کی ضرورت بھی پوری نہیں کر پاتے، چنانچہ ایسے لوگوں کے یہاں اپنی قربانیاں خود کریں، یا اپنے مسلمان بھائیوں میں سے کسی امانت دار بھائی کو وکیل بنا کر یا قابلِ اعتماد اسلامی کمیٹیوں کے ذریعہ کریں، اس میں کھانا کھلانے کے اجر وثواب کے

(۱) بخاری ۵۵۶۹، مسلم ۱۹۷۴

ساتھ ساتھ انکے درمیان اسلامی شعائر کا اظہار اور اس میں انکی اپنی دینی نسبت کی تائید نیز انکو مسلمانوں سے جوڑنا جیسا کارِ خیر ہے اسی طرح انکی غربت اور فقر و فاقہ کو غنیمت سمجھ کر جو انھیں انکے دین سے دوسرے دین کی طرف پھیرنے کی ناپاک جدو جہد کی جاتی ہے اِس سے انکی حفاظت بھی ہے.

بلاشبہہ اس قسم کی مشارکت بہت سودمند ہوگی اور مالدار مسلم مما لک میں اسلامی شعائر کے اظہار اور بول بالے پر چنداں اثر بھی نہیں پڑے گا، کیونکہ سرمایہ دار مما لک میں قربانیاں بکثرت کی جاتی ہیں۔ واللہ اُعلم

☆ اُفضل اور بہتر یہ ہے کہ قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرلیا جائے، ایک حصہ خود کے استعمال کیلئے دوسرا حصہ صدقہ کیلئے اور تیسرا حصہ ہدیہ وتحفہ دینے کیلئے، (۱) نبی ﷺ نے فرمایا ہے "كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا ،، "کھاؤ، کھلاؤ، ذخیرہ اندوزی کرو،، (۲) اور اگر کوئی شخص تھوڑا چھوڑ کر قربانی کا پورا گوشت خود کھالے تو بھی کوئی بات نہیں ہے، البتہ اس سے بہت بڑا اجر وثواب فوت ہو جائے گا، اسی طرح اگر پورا کا پورا فقراء اور مساکین میں تقسیم کردے تو بھی جائز ہے لیکن اُفضل اور بہتر یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے خود بھی کھائے۔ اس حکم میں کوئی فرق نہیں ہے چاہے قربانی واجب ہو یا مستحب، زندہ کی طرف سے ہو یا زندہ کے ساتھ مُردہ کو بھی شامل کیا گیا ہو، قربانی کی قیمت اپنی طرف سے ہو یا وصیت کرنے والے کی طرف سے ہو،

☆ قربانی کے گوشت میں سے نہ ہی کچھ بیچنا جائز ہے اور نہ ہی کسی فائدہ

(۱) قربانی کے گوشت کا تین حصہ کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ صاحبِ قربانی کے اختیار میں ہے فقراء ومساکین اگر زیادہ ہیں تو زیادہ تقسیم کردے اور اگر کم ہیں تو خود زیادہ گوشت بھی استعمال کر سکتا ہے، المغنی ۱۳/ ۳۷۹ (۲) بخاری/ ۵۵۶۹

کے مقابلہ میں کسی مالی بدلے کے عوض دینا۔ چنانچہ قصائی یا لانے والے یا اسکو چارہ پانی دینے والے یا اسکی نگرانی کرنے والے کو بطورِ مزدوری قربانی کے گوشت میں سے کچھ بھی نہیں دیا جائے گا، البتہ ہدیہ یا تحفہ کے طور پر دیا جا سکتا ہے. (۱)

☆ جب انسان قربانی کرنے کا ارادہ کرے اور عشرۂ ذی الحجہ شروع ہو جائے تو اسکے لئے اپنے بال، ناخن اور چمڑے کا کاٹنا اس وقت تک جائز نہیں ہے جب تک کہ قربانی نہ کر لے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: " إِذَا رَأَيْتُمْ هِلَالَ ذِي الحِجَّةِ، وَأَرَادَ أَحَدُكُمْ أَنْ يُضَحِّيَ فَلْيُمْسِكْ عَنْ شَعْرِهِ وَ أَظْفَارِهِ "[جب تم ذی الحجہ کا چاند دیکھ لو اور تم میں سے کوئی قربانی کرنا چاہے تو اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے،، اور ایک روایت میں ہے" تو اپنے بال اور چمڑے میں سے کچھ نہ چھوئے](۲)

☆ ناخن اور بال کا نہ کاٹنا صرف اس شخص کیلئے ہے جو اپنی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے، لیکن جو شخص بطور صدقہ کسی اور کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو اسکا بھی ناخن اور بال چھوڑ دینا زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس کا بھی شمار قربانی کرنے والوں میں سے ہے، اور اسی طرح جس شخص کی طرف سے کوئی دوسرا قربانی کر رہا ہے تو اسکے لئے بھی بال اور ناخن کا چھوڑ دینا بہتر ہے کیونکہ وہ

(۱) کافر کو قربانی کا گوشت بطورِ تحفہ دینا جائز ہے البتہ اگر وہ حربی (مسلمانوں سے جنگ کرنے والا) ہے تو اسے نہیں دیا جائے گا کیونکہ نبی ﷺ نے اُسماء بنتِ ابو بکر کو اپنی امی کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا تھا۔ (بخاری ۳۱۸۳، مسلم ۱۰۰۳) دیکھئے فتاوی اللجنۃ الدائمہ ج ۱۱ ص ۴۲۴ طبع ۱۴۲۲ھ مترجم
(۲) مسلم ۱۹۷۷

ثواب میں قربانی کرنے والے کا شریک ہے، اور اگر وہ بال یا ناخن یا چمڑا کاٹ لے تو اسکا معاملہ اس شخص سے ہلکا ہے جو اپنی طرف سے یا دوسرے کی طرف سے قربانی کر رہا ہے، کیونکہ اسکا شمار قربانی کرنے والوں میں سے نہں ہے.

☆ اگر کوئی ایسا شخص جسکے لئے قربانی کیوجہ سے بال، ناخن اور چمڑا کاٹنا منع ہے کاٹ لے تو اس پر کوئی فدیہ یا جرمانہ نہیں ہے. اسی طرح اگر کسی کو ان میں سے کچھ کاٹنے کی سخت ضرورت پڑ گئی جسکی وجہ سے کاٹ لیا تو اس پر کوئی حرج نہیں ہے، یہ سب صرف حسن و جمال کیلئے اور بلا حاجت لایعنی کام سے بچنے کیلئے ہے،

وصلى الله على نبيه و مصطفاه سيدنا محمد و على آله و صحبه و سلم.

تنبیہ !(۱) خصی کئے ہوئے جانور کی قربانی بلاشبہہ جائز ہے عایشہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہ کہ [رسول ﷺ جب قربانی کرنے کا ارادہ فرماتے تو دو موٹے چتکبرے سنیگ دار خصی کئے ہوئے بڑے مینڈھے خریدتے تو ان میں سے ایک اپنی امت میں ان لوگوں کی طرف سے ذبح فرماتے جن لوگوں نے اللہ کی توحید اور آپ کیلئے تبلیغ دین کی شھادت دی اور دوسرا محمد اور آل محمد (ﷺ) کی طرف سے ذبح فرماتے] (ارواء/۱۱۳۸، صحیح سنن ابن ماجہ ۲۵۴۸) [نبی ﷺ کا اپنی امت کی طرف سے قربانی کرنا اور امت کو اپنی قربانی میں شریک کرنا یہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، البتہ آپکا اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے قربانی کرنا نہ آپ کے ساتھ خاص ہے اور نہ ہی منسوخ ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ایک بکری اپنی اور اپنے اھل خانہ کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور کسی بھی صحابی سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انھوں نے امت کی طرف سے قربانی کی ہو یا امت کو قربانی میں شریک کیا ہو] (تحفۃ الأحوذی ۵/۷۷

(۲) قربانی کا چمڑہ خود استعمال کر سکتے ہیں، کسی کو بطور ہدیہ یا صدقہ دے سکتے ہیں، لیکن اسکو بیچ کر فائدہ اٹھانا درست نہیں ہے ۔ (تفصیل کیلئے دیکھے مغنی ۱۳/۳۸۲ مسئلہ نمبر ۱۷۶۱) مترجم

ضمیمہ   عید کے چند آداب

دینِ اسلام میں صرف دو عید ہے، ایک عید الفطر جو رمضان کے بعد آتی ہے دوسری عید الاضحیٰ جو دس ذی الحجہ کو ہے، اسکے علاوہ کسی اور عید کا ثبوت نہیں ہے انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ مدینہ تشریف لائے اور اہلِ مدینہ کیلئے دو دن تھے جسمیں وہ لوگ کھیل کود کرتے تھے تو آپ نے فرمایا: [یہ دو دن کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا ہم لوگ زمانۂ جاہلیت میں ان دنوں میں کھیلا کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اسکے بدلے اس سے بہتر عنایت کیا ہے، عید الاضحیٰ کا دن اور عید الفطر کا دن] (۱)

ان دو عیدوں کے علاوہ غیروں سے متاثر ہو کر مسلمانوں نے جو مختلف عیدیں ایجاد کر لی ہیں جیسے عیدِ میلاد النبی، عید وفاتِ رسول ﷺ، عیدِ معراج، عیدِ غدیر، عیدِ خم، شبِ برأت وغیرہ انکا چنداں تعلق اسلام سے نہیں ہے، لہذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے، ہم ذیل میں عید کے چند آداب ذکر کرتے ہیں تا کہ اسے اپنایا جائے۔

۱۔عید کے دن زیادہ سے زیادہ تکبیر کہنا چاہیئے.

۲۔عید کے دن حدودِ شریعت میں رہ کر زیب وزینت اختیار کرنا اور بغیر اسراف کے عمدہ سے عمدہ ایسا لباس زیبِ تن کرنا جو ٹخنے کے نیچے نہ ہو، غسل کرنا (۲) مردوں کا خوشبو لگانا مسنون ہے۔

---

(۱) صحیح سنن ابی داؤد/۱۱۳۴   (۲) بخاری/ ۹۴۸

۳۔یومِ عید فرحت وسرور کا دن ہے،لہذا اس دن جائز خوشیاں منانا،کھیل کود کرنا،اسلامی نغمے پڑھنا،اسلامی شعروشاعری کی محفلیں سجانا،اوراپنے بچوں کیلئے ایسے جائز کھیل کود کا انتظام کرنا جس سے انکو قلبی انبساط وشادمانی میسر ہومباح اور جائز ہے۔

۴۔عید کے دن خوشیوں کا اظہار دین کے شعائر میں سے ہے۔

۵۔عیدالفطر کے دن کھجور کھا کر عیدگاہ جانا مسنون ہے،انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [رسول اللہ ﷺ بغیر چند کھجور کھائے نہیں نکلتے تھے' اورایک روایت میں ہے" کہ آپ طاق کھاتے تھے](۱)اورعیدالأضحیٰ کے دن واپس آکر کھانا مسنون ہے بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [قربانی کے دن رسول ﷺ اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک (عیدگاہ) سے واپس نہ آجاتے تھے](۲)

۶۔عید کے دن عیدگاہ پیدل جانا آنا اور صلاۃِ عید میدان (عیدگاہ) میں پڑھنا چاہیئے، ابوسعید سے مروی ہے کہ [نبی ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ جاتے تھے](۳) لیکن بوقت حاجت مسجد میں بھی صلاۃ عید ادا کرنا جائز ہے کیونکہ ایسا کرنا آپ ﷺ سے ثابت ہے،اسی طرح عیدگاہ میں عورتوں کا بھی پردہ اور اسلامی آداب کا لحاظ کرتے ہوئے جانا مشروع ہے.نیز اگر کوئی عذر ہوتو سواری سے بھی جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

---

(۱) بخاری/۹۵۳ (۲) صحیح سنن ابنِ ماجہ/۱۴۳۴ (۳)متفق علیہ

۷۔عید کے دن صبح تڑ کے نکلنا چاہیئے ،ابوعمیر بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [کچھ لوگوں نے چاند دیکھا اور نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے انھیں دن چڑھنے کے بعد کچھ کھانے اور صبح تڑ کے عید کیلئے نکلنے کا حکم دیا](۱)

۸۔عید گاہ میں صلاۃِ عید سے قبل کوئی صلاۃ نہیں ہے،عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [نبی ﷺ عید الفطر کے دن نکلے اور صلاۃِ عید دو رکعت ادا کی اس سے قبل یا اسکے بعد کوئی صلاۃ نہ پڑھی](۲)

۹۔عید سے واپسی کے بعد گھر میں دو رکعت صلاۃ پڑھنا مسنون ہے،ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [رسول ﷺ عید سے قبل کوئی صلاۃ نہیں پڑھتے تھے اور جب گھر واپس آتے تو دو رکعت صلاۃ پڑھتے](۳)

۱۰۔عیدین کی صلاۃ کیلئے اذان اور اقامت نہیں ہے۔جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [نبی ﷺ ہمیں خطبہ سے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے صلاۃ پڑھائی](۴)

۱۱۔صلاۃ عید خطبۂ عید سے پہلے پڑھی جائے گی،ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ [رسول ﷺ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما عیدین کی صلاۃ خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے](۵)

۱۲۔عیدین کی صلاۃ صرف دو رکعت ہے،(۶) صلاۃِ عید پڑھنے کا طریقہ یہ

(۱) صحیح سنن نسائی ۱۵۵۶ (۲) متفق علیہ (۳) صحیح سنن ابنِ ماجہ/۱۲۹۳ (۴) صحیح سنن نسائی/۱۵۵۶۱ (۵) صحیح سنن نسائی/۱۵۶۳ (۶) صحیح سنن نسائی ۱۵۶۵)

ہے! امام تکبیر تحریمہ کے بعد دعاء ثناء اور پہلی رکعت میں سات بار اللہ اکبر کہے اور مقتدی بھی اسکے ساتھ کہتے رہیں نیز ہر تکبیر کے ساتھ پھر سورہ فاتحہ بلند آواز سے پڑھے اور مقتدی بھی امام کے پیچھے سری آواز سے سورہ فاتحہ پڑھیں ، پھر امام بآوازِ بلند سورۃ اعلیٰ پڑھے پھر رکوع اور سجدہ کرے، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ سے پہلے پانچ تکبیر کہے پھر سورہ فاتحہ اور سورہ غاشیہ پڑھے پھر رکوع، سجدہ، اور تشہد کے بعد دونوں جانب سلام پھیر دے۔ صلاۃِ عید میں پہلی رکعت میں سات بار اور دوسری میں پانچ بار تکبیر زوائد ہے، اور پہلی رکعت میں سورہ اعلی یا سورہ قاف اور دوسری رکعت میں سورہ غاشیہ یا سورہ اقتربت پڑھنا مسنون ہے، (۱)

۱۳۔ عیدین کا خطبہ صلاۃ عید کے بعد ہوگا، ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ [میں گواہی دیتا ہوں کہ میں رسول ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پہلے صلاۃ ادا فرمائی پھر خطبہ دیا] (۲)

تنبیہ؛ صلاۃِ عیدین میں تکبیرِ زوائد کے ساتھ رفعِ یدین کے سلسلے میں فقہاءِ کرام کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، امام ابوحنیفہ، عطاء، اوزاعی، اور شافعی رحمھم اللہ کے نزدیک رفعِ یدین کیا جائے گا، امام مالک، ثوری رحمھم اللہ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے علاوہ نہیں کیا جائے گا (۳) تکبرِ زوائد کے ساتھ رفعِ یدین کے

(۱) صحیح سنن ابنِ ماجہ ۱۰۶۳، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ارواء الغلیل ج ۳ ص ۱۰۸ سے ۱۱۵

(۲) صحیح سنن نسائی ۱۵۶۸ (۳) المغنی ۳/۲/۲۷۲، مختصر الطحاوی، ص ۳۷

قائلین عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں"إن عمر رضی الله عنه كـان يرفع يديه مع كل تكبيرة فی الجنازه و فی العيدين"[**عمر رضی اللہ عنہ** ہر تکبیر کے ساتھ جنازہ اور عیدین میں رفعِ یدین کرتے تھے] (۱) لیکن اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ سے اس سے دلیل پکڑنا درست نہیں ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند میں ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے لہذا صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ تکبیر زوائد اور تکبیراتِ جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ کے ساتھ رفعِ یدین کرنا کسی مرفوع صحیح حدیث سے ثابت نہیں ،اور وہ ساری صحیح حدیثیں جسمیں رفعِ یدین کا ثبوت ملتا ہے وہ ساری کی ساری فرض صلوٰت کے متعلق ہیں اور فرض صلوٰت میں تکبیر زوائد جو کہ صلاۃِ عید کے ساتھ خاص ہیں نہیں ہیں ،(۲)

۱۴۔عیدین میں صرف ایک خطبہ دینا مسنون ہے،اس سلسلے میں فقہاء کے یہاں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن صحیح اور مناسب بات یہی ہے کہ صرف ایک خطبہ دیا جائے ،عید میں دوخطبے کے قائلین دوحدیثوں سے استدلال کرتے ہیں نیز خطبۂ عید کو خطبۂ جمعہ پر قیاس کرتے ہیں، لیکن جن دوحدیثوں سے استدلال کیا جاتا ہے وہ ضعیف ہیں،

پہلی حدیث؛"كان النبی ﷺ يكبر بين أضعاف الخطبه، يكثر

(۱) بیہقی ۳/۲۹۳ (۲) ارواء للألبانی /۶۴۰ ،أحکام الجنائز وبدعھا للألبانی ص ۱۴۸ ،مکتبۃ المعارف ریاض

التکبیر فی خطبی العید“[.... نبیﷺ عیدین کے دونوں خطبوں کے درمیان تکبیر زیادہ سے زیادہ کہتے تھے](۱)

دوسری حدیث؛عن جابر رضی الله عنه قال:” خرج رسول اللهﷺ یوم فطر أو أضحی، فخطب قائماً ثم قعد قعدةً ثم قام“
[رسولﷺ عیدالفطر یاعیدالأضحیٰ کے دن نکلے تو کھڑے ہوکر خطبہ دیا پھرتھوڑی دیر بیٹھے پھرکھڑے ہوئے](۲)

رہا مسئلہ خطبۂ جمعہ پر قیاس کرنا تو یہ مناسب نہیں ہے، کیونکہ خطبۂ جمعہ اور خطبۂ عیدین میں بہت فرق ہے، پہلی بات:خطبۂ جمعہ میں بصراحت صحیح حدیث سے دو خطبے ثابت ہیں اورخطبۂ عیدین میں ایسی کوئی صحیح روایت نہیں ہے، دوسری بات :خطبۂ جمعہ صلاۃِ جمعہ سے پہلے ہے اورخطبۂ عیدین صلاۃِ عیدین کے بعد، تیسری بات:خطبۂ جمعہ کا سننا فرض اورواجب ہے بخلافِ خطبۂ عیدین کے اسکا سننا فرض اورواجب نہیں ہے،

۱۵۔خطبۂ عید سننا مسنون ہے فرض اور واجب نہیں،عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ [نبیﷺ نے صلاۃِ عید پڑھائی اورفرمایا: جو جانا چاہے جا

---

(۱)سنن ابنِ ماجہ باب ماجاء فی الخطبہ فی العید،اس حدیث کوعلامہ البانی رحمہ اللہ نے ارواء/ ۶۴۷ میں اورضعیف سنن ابنِ ماجہ/۱۳۰۳میں ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اسمیں عبدالرحمٰن اورانکے والد ضعیف ہیں(۲)ضعیف سنن ابنِ ماجہ/ ۱۳۰۵ ،علامہ البانی نے اس حدیث کوسنداورمتن دونوں حیثیت سے منکر کہاہےاورفرمایاہے کہ محفوظ یہ ہے کہ یہ خطبۂ جمعہ میں ہے۔

سکتا ہے اور جو رکنا چاہے رک سکتا ہے](۱)

۱۶، عیدین کا خطبہ دینے والے کیلئے زیب و زینت اپنانا اور عمدہ لباس پہننا مسنون ہے، ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ [میں نے نبی ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا آپ کے جسمِ اطہر پر دوہری چادریں تھیں](۲)

۱۷۔ امام کو خطبۂ عیدین کھڑے ہو کر لوگوں کی جانب منہ کر کے دینا چاہیئے، اسی طرح اگر امام کو ضرورت ہو تو کسی شخص پر ٹیک بھی لگا سکتا ہے، دورانِ خطبہ سب سے پہلے اللہ کی حمد ثنا پھر لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی ترغیب دے، نیز عورتوں کو بھی خصوصیت کے ساتھ مخاطب کرے انھیں اللہ کا تقوی اختیار کرنے کا حکم دے اور انھیں اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کی ترغیب دیتے ہوئے صدقہ وخیرات پر ابھارے(۳)

۱۸۔ اگر عیدین کا دن جمعہ کے دن پڑ جائے تو جمعہ کے سلسلے میں بندہ کو اختیار ہے چاہے صلاۃ جمعہ پڑھے یا نہ پڑھے(۴) البتہ جمعہ کی صلاۃ نہ پڑھنے کی صورت میں صلاۃِ ظہر پڑھنا لازمی ہوگا، ہاں اگر کوئی متعین خطیب ہے تو اسے جمعہ کا خطبہ دینا ہوگا الا یہ کہ کوئی بھی شخص جمعہ کی صلاۃ پڑھنے نہ آئے۔

۱۹۔ عید کیلئے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مسنون ہے(۵)

---

(۱) صحیح سنن نسائی/۱۵۷۰ (۲) صحیح سنن نسائی/۱۵۷۱ (۳) صحیح سنن نسائی/۱۵۷۳/ ۱۵۷۴/۱۵۷۵ (۴) صحیح سنن نسائی/۱۵۹۰ (۵) صحیح ابن ماجہ/۱۰۸۲

۲۰۔عید کا وقت چاشت کے وقت تک ہے، یزید بن حمیر الرحبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن بسر لوگوں کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ میں نکلے تو انھوں نے امام کی تاخیر کو ناپسند کیا اور کہا ہم لوگ اس وقت صلاۃِ عید سے فارغ ہو جاتے تھے اور وہ وقت (کراہت کا وقت نکلنے کے بعد) نفلی صلاۃ کا وقت تھا''(۱)

۲۱۔عید کی مبارکباد دینا جائز ہے صحابۂ کرام آپس میں ایک دوسرے کو تَـقَبَّـلَ اللّٰـه مِـنَّـا وَ مِنْكَ (اللہ تعالیٰ ہم سے اور آپ سے یہ عبادت قبول فرمائے) کہا کرتے تھے(۲)

۲۲۔اگر کسی گاؤں میں صرف تین مسلمان مقیم ہوں تو ان لوگوں کو صلاۃِ عید ادا کرنی چاہیئے۔(۳)

۲۳۔مسافر کیلئے صلاۃِ عید مشروع نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ فتحِ مکہ کے موقع پر مکہ تشریف لائے اور ایک شوال وہاں رہے لیکن صلاۃِ عید آپ نے نہیں پڑھی کیونکہ آپ مسافر تھے۔(۴)

۲۴۔اگر کسی شخص کی صلاۃ عید فوت ہو جائے تو صلاۃِ عید ہی کی طرح دو رکعت پڑھ سکتا ہے. کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے معلق روایت کرتے ہوئے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے کہ [انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابن ابی عتبہ کو زاویہ (جو بصرہ سے دو فرسخ کی دوری پر تھا) میں حکم دیا تو انھوں انکے اہل وعیال

(۱) صحیح سنن ابی داؤد/ ۱۱۳۵ (۲) فتح الباری/۲/ ۴۴۶ (۳) الشرح الممتع / ابن عثیمین ۵/ ۰۷ا مؤسسۃ آسام (۴) دیکھئے المغنی ۳/ ۲۸۷، الشرح الممتع ۵/ ۱۶۹

کو جمع کیا اور شہریوں کی صلاۃِ عید اور انکی تکبیر کے مانند صلاۃ پڑھائی](۱)

مسلم سماج میں عید کے تعلق سے بہت ساری خطائیں اور غلطیاں نیز باطل اعتقادات رائج ہیں جنکا کتاب وسنت سے ثبوت نہیں ملتا، ذیل میں ہم چند ایسی چیزوں کی نشادھی کرتے ہیں تا کہ اس سے اجتناب کیا جائے۔

۱۔عید کی رات عبادت وریاضت میں بسر کرنا؛ اس سلسلے میں کچھ ضعیف روایتوں سے لوگ استدلال کرتے ہیں لیکن ان سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے جیسے (الف)''مَنْ قَامَ لَيْلَتَيْ الْعِيْدِ مُحْتَسِباً لِلّٰهِ تَعَالىٰ لَمْ يَمُتْ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ'' [جس شخص نے اللہ تعالیٰ کیلئے حصولِ ثواب کی خاطر عیدین کی راتوں کو قیام کیا تو اسکا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن سارے دل مردہ ہوجائیں گے] یہ حدیث ضعیف ہے(۲)

(ب)''مَنْ أَحْيَا لَيْلَةَ الْفِطْرِ وَ لَيْلَةَ الْأَضْحىٰ لَمْ يَمُتْ قَلْبُه يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ'' [جس نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو زندہ (شب بیداری) کیا تو اسکا دل اس دن مردہ نہیں ہوگا جس دن سارے دل مردہ ہوجائیں گے] یہ حدیث بھی ضعیف ہے (۳) چنانچہ ساری راتوں میں سے عیدین کی راتوں کی تخصیص کی کوئی اصلیت نہیں ہے، البتہ اگر کوئی کو قیام اللیل ہمیشہ کرتا ہے تو عیدین کی راتوں میں بھی کرسکتا ہے لیکن صرف عیدین کی راتوں کو قیام اللیل کرنا بے

(۱) بخاری ج ۲/ ۵۵۰ دارالریان للتراث (۲) ضعیف الجامع للألبانی ۵۷۴۲ (۳) ضعیف الجامع للألبانی ۵۳۶۱

بنیاد بات ہے۔

۲۔پنج وقتہ صلاۃ چھوڑ کر صرف صلاۃِ عید کا اہتمام کرنا منکر عمل ہے جبکہ بیشتر مسلمان صرف صلاۃِ جمعہ اور صلاۃِ عیدین ہی ادا کرتے ہیں، یہ بہت بڑا گناہ بلکہ بعض علماء کے نزدیک کفر ہے.

۳۔عید کے دن صلاۃِ عید کے بعد مُردوں کی زیارت کیلئے قبرستان جانا، یہ اسلام میں ایجاد کردہ وہ بدعت ہے جو اللہ کے رسول ﷺ یا عملِ صحابہ سے ثابت نہیں ہے، جبکہ صحابہ کرام ہر خیر و بھلائی کیلئے سبقت کرتے تھے.

۴۔لوگوں کا بیک وقت ایک آواز کے ساتھ اجتماعی تکبیر کہنا غیر ثابت شدہ عمل ہے، اسی لئے اسکو علماء کرام نے عید کی بدعتوں میں شمار کیا ہے، تکبیر میں مشروع یہ ہے کہ ہر بندہ بذاتِ خود تکبیر کہے اور لوگوں کے ساتھ ایک آواز میں نہ کہے کیونکہ ایسا کرنا اللہ کے رسول ﷺ اور صحابۂ کرام سے ثابت نہیں ہے۔

۵۔عید کے دن عورتوں اور بچوں کو عیدگاہ نہ لے جانا، جبکہ اللہ کے رسول ﷺ نے تاکید کے ساتھ انھیں لے جانا کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ اگر عورتیں حالتِ حیض میں ہوں تب بھی، وہ صلاۃِ عید میں شریک نہ ہوکر مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک رہیں گی.

ذبح کرنے کا طریقہ اور اسکی شرطیں

علماء کرام نے نصوص سے استخراج اور استدلال کرتے ہوئے ذبح کرنے کا طریقہ اور اسکی شرطیں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے فائدہ کی خاطر ذیل میں اختصار کے ساتھ انھیں ذکر کیا جارہا ہے۔

ا۔ ذبح کرنے والا شخص ایسا ہو جس سے ذبح کرنے کا قصد وارادہ ممکن ہو، چنانچہ وہ عاقل اور صاحب تمییز ہو، لہذا ایسا کم عمر جو سنِ تمییز کو نہ پہنچا ہو اور ایسا عمر رسیدہ بوڑھا جسکا مادۂ تمییز کھو چکا ہو اسکا ذبیحہ حلال نہ ہوگا، یہاں تمییز سے مراد درستگی اور صواب کے ساتھ خطاب اور جواب کا سمجھنا ہے۔اسی طرح مجنون اور پاگل، نشہ سے بدمست یا انکے ہم مثل کا بھی ذبیحہ حلال نہ ہوگا، کیونکہ ایسے لوگوں سے ذبح کا قصد اور ارادہ ناممکن ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان ﴿..إِلا مَا ذَكَّيْتُمْ..﴾ [لیکن تم اسے ذبح کر ڈالو] (سورہ مائدہ ۳) میں ذبح کی نسبت مخاطبین کی طرف کی ہے اور ظاہر بات ہے اسمیں ذبح کا قصد اور ارداہ موجود ہے۔

۲۔ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہلِ کتاب ہو (یعنی جو اپنی نسبت دینِ یہود اور نصاریٰ کی طرف کرتے ہیں) لہذا مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ فاسق ہو یا ایسی بدعت کرنے والا ہو جو اسے کفر تک نہ پہنچادے، مرد ہو یا عورت، کیونکہ اس سلسلے میں ساری دلیلیں عام ہیں، حدیث میں آتا ہے کہ کعب بن مالک کی لونڈی مقامِ سلع میں بکری چرا رہی تھی اسی درمیان ایک بکری بیمار ہوگئی جسے اس نے پتھر سے ذبح کر دیا، کعب

نے نبی ﷺ سے پوچھا تو آپ ﷺ نے [فرمایا اسکو کھاؤ] (۱)

اور اہلِ کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے سلسلے میں قرآن پاک اور حدیثِ شریف نیز اجماعِ مسلمین بطور دلیل موجود ہے۔

قرآنی دلیل: [..اہلِ کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے...] (۲)

حدیث سے دلیل: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت رسول ﷺ کے پاس زہر آلود بکری لائی تو آپ نے اس سے کھایا...الحدیث (۳) اسی طرح امام احمد، ابنِ تیمیہ، ابنِ کثیر رحمہم اللہ نے اس بات پر اجماع ذکر کیا ہے،

اہلِ کتاب کے علاوہ مجوسیوں (آگ کے پرستار) مشرکوں، بت پرستوں یا ایسی قوم جنکے لئے کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے اسکا ذبیحہ حرام ہے۔

۳۔ ذبح کرنے والا ذبح کرنے کا ارادہ کرے، بغیر ذبح کے ارادے کے ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ مثلاً ایسا جانور جسکا ذبح کرنا جائز ہے کسی پر حملہ کیا لہذا اس نے محض اپنی بچاؤ کیلئے ذبح کر دیا یا اپنی بچاؤ کیلئے اسکے جسم کا کوئی حصہ کاٹنا چاہتا تھا مگر چھری حلقوم میں لگ گئی تو حلال نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "إِلّا مَا ذَكَّيْتُم" اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے ذبح کی نیت ضروری ہے۔

۴۔ غیر اللہ کے لئے نہ ذبح کرے، مثلاً کسی بت یا قبر والے یا کسی بادشاہ، سردار، وزیر وغیرہ مخلوق کی قربت حاصل کرنے کیلئے یا صرف تعظیم کیلئے ذبح کرے اور

(۱) بخاری/۵۱۸۶ (۲) سورہ مائدہ/۵ (۳) بخاری ۹۲۳/۲

اسمیں سے کھانا مقصد نہ ہو،لہذا اگر کسی نے اللہ کے علاوہ کیلئے ذبح کیا تو اسکا کھانا حلال نہ ہوگا اگر چہ بسم اللہ کر کے ذبح کیا ہو کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے[تم پر حرام کیا گیا ہے مُردار اور خون اور سور (خنزیر) کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو...] (سورہ مائدہ۳) اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا[اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جس نے غیر اللہ کیلئے ذبح کیا] (۱)

۵۔اس پر اللہ کے علاوہ کسی غیر کا نام نہ لے جیسے کہے بسم النبی، باسم جبریل، باسم الملک، باسم الولی وغیرہ۔لہذا اگر غیر اللہ کا نام لیا گیا تو حلال نہ ہوگا اگر چہ وہ اللہ ہی کیلئے ذبح کیا گیا ہو یا اللہ کے ساتھ غیر کا نام ذکر کیا گیا ہو۔فرمانِ باری ہے[تم پر حرام کیا گیا ہے مُردار اور خون اور سور (خنزیر) کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا دوسرے کا نام پکارا گیا ہو.....اور جو آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو] (۲)

ابنِ کثیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے ذبیحہ کے حرام ہونے پر اجماع ذکر کیا ہے۔

۶، ذبیحہ پر صرف اللہ کا نام لے۔فرمانِ باری ہے[جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اسکے احکام پر ایمان رکھتے ہو] (۳)

اور فرمایا[تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور ایسا کرنا فسق ہے] (۴)

---

(۱) مسلم /۱۹۷۸ (۲) سورہ مائدہ /۳ (۳) سورہ انعام ۱۱۸ (۴) سورہ انعام ۱۲۱

اورفرمانِ رسولﷺ ہے[جوخون بہا دے اوراس پر اللہ کا نام لیا گیا ہوتم اسے کھاؤ](۱)

اس حدیث میں حلال ہونے کیلئے صرف دو چیزیں مذکور ہیں ایک اس پر اللہ کا نام لینا دوسری خون بہانا اسی لئے علماء کرام نے یہ بھی بطورِشرط ذکر کیا ہے کہ بسم اللہ اس وقت کہا جائے جب مکمل ذبح کرنے کا ارادہ کرے اور ذبح کرنے کیلئے تیار ہو چنانچہ بسم اللہ کہنے اور ذبح کرنے کے درمیان لمبا فاصلہ ہو جانے کی صورت میں مطلوب حاصل نہ ہوگا کیونکہ قرآن میں ہے﴿فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ﴾اور''علیہ''کا کلمہ اس بات پر دال ہے کہ جب جانور حاضر ہو اور بسم اللہ ذبح کے وقت کہا جائے ،اگر لمبا فاصلہ اور وقفہ جانور کو تیار کرنے میں ہو جیسے اسے لٹانا ،چھری لینا تو کوئی بات نہیں ہے بشرطِ کہ بسم اللہ ذبح کرنے کیلئے کہا گیا ہو جانور کو تیار کرنے کیلئے نہیں اور بسم اللہ اسی جانور کے ذبح کرتے وقت کہے جسکے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے چنانچہ اگر کوئی ایک دن میں باری باری کئی جانور ذبح کرتا ہے تو ہر جانور پر بسم اللہ کہے گا اور زبان سے کہے گا الا یہ کہ وہ بول نہیں سکتا تو ایسی صورت میں صرف اشارہ کافی ہے۔

۷۔ذبح ایسی دھاردار چیز سے کیا جائے جو خون بہا دے جیسے دھاردار لوہا، دھاردار پتھر، دھاردار لکڑی، شیشہ وغیرہ البتہ ناخن اور دانت سے ذبح کرنا منع ہے۔

---

(۱) بخاری/۵۱۷۹

جیسا کہ رافع بن خدیج کی حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا[جو خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس سے کھاؤ جب تک ناخن یا دانت نہ ہو اور میں تم کو اسکے سلسلے میں بتاؤں گا رہا دانت تو یہ ہڈی ہے اور ناخن تو یہ اہلِ حبشہ کی چھری ہے](۱)

اس سے معلوم ہوا کہ غیر دھار دار چیز سے ذبح کیا ہوا جانور حلال نہ ہوگا جیسے گلا گھونٹ کر، بجلی وغیرہ سے جھٹکا دے کر، یا ٹکرا کر یا سر پر مار کر وغیرہ اسی طرح دانت سے یا ہڈی اور ناخن سے چاہے متصل ہو یا منفصل آدمی کا ہو یا کسی غیر کا اگر چہ ان چیزوں سے خون بہہ نکلے پھر بھی حلال نہیں۔

۸۔خون بہانا۔ جب کوئی شخص کسی جانور کے ذبح کرنے پر قادر ہو تو ذبح کرتے وقت مندرجہ چار چیزوں کے کٹ جانے کا خیال رکھے!

(۱) حلقوم جس سے سانس آتی جاتی ہے، اور اس کے کٹنے سے سانس بند ہو جائے گی جسکی وجہ سے جانور زندہ باقی نہ رہے گا۔

(۲) مریٔ (نرخرہ) جس سے کھانا پانی اترتا ہے، اس کے کٹ جانے سے حیوان تک فطری انداز سے غذا پہنچنا رک جائے گا۔

(۳-۴) وَدَجَین (گردن کی وہ دونوں رگیں جو غصہ کے وقت ابھر آتی ہیں) اس سے مراد وہ دونوں موٹی رگیں ہیں جو حلقوم اور نرخرہ کے آس پاس ہوتی ہیں ان

---

(۱) بخاری/۵۱۸۶

دونوں کے کٹ جانے سے حیوان کا وہ پورا خون بہہ جائے گا جس سے حیوان زندہ رہتا ہے نیز جانور کے جسم سے وہ سارا خون بہہ نکلے گا کہ اگر وہ مرنے کے بعد جسم میں باقی رہتا تو نقصان دہ ہوتا۔ چنانچہ جب یہ چاروں کٹ جائیں گی باتفاقِ علماء وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور اگر صرف گردن کی دونوں موٹی رگیں اور نرخرہ یا حلقوم ہی کٹی تب بھی، اسی طرح اگر کاٹنے میں پورا سر ایک بارگی الگ ہو جائے تو بھی حلال ہے جیسا کہ بخاری میں معلق روایت ہے کہ ''جب سر کٹ جائے تو کوئی بات نہیں''(۱)

۹۔ذبح کرنے والے کو شرعی طور پر ذبح کی اجازت ہو۔

مندرجہ بالا شرطوں کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ انکے بغیر ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

(۱) بخاری ۵/ ۲۰۹۸

ذبح کرنے کے چند آداب

ا۔ذبح کرتے وقت جانور کا منہ قبلہ کی جانب کر کے اسے بائیں پہلو پر لٹانا بہتر ہے، اس طرح کہ ذبح کرنے والے کا منہ قبلہ کی جانب ہواور اسکا داہنا پیر جانور کی گردن پر ہواور اپنے بائیں ہاتھ سے جانور کا منہ پکڑے اور اپنے داہنے ہاتھ سے ذبح کرے۔

۲۔ذبح کرتے وقت جانور کے ساتھ حسنِ سلوک کا مکمل خیال رکھا جائے، چنانچہ چھری تیز ہو جیسا کہ فرمانِ رسول ہے[اللہ تعالیٰ نے حسنِ سلوک کو ہر ایک کے اوپر ضروری قرار دیا ہے لہذا جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور اپنی چھری تیز کرلو اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچاؤ](ا)

۳۔اونٹ کا نحر کیا جائے اس طرح کہ اونٹ کو اسکے تین پیروں پر کھڑا کر دیا جائے اور اسکے بائیں پیر کو باندھ دیا جائے اور کھڑا کر کے نحر کرنا ممکن نہ ہو تو بٹھا کر بھی نحر کرنا جائز ہے بشرطیکہ ذبح کی شرطیں پائی جائیں

۴۔مکمل طور سے حلقوم، نرخرہ اور گردن کی دونوں موٹی رگوں کا کاٹنا،

۵۔ذبح کرنے سے پہلے اگر اس بات کا اندزہ ہو کہ جانور کو پانی کی طلب ہے تو اسے پانی پلانا ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔

۶۔ذبح کرنے سے پہلے چھری وغیرہ جانور سے چھپا کر رکھی جائے، اور جس جگہ اسے ذبح کرنا ہے اسے سکون اور اطمئنان سے لایا جائے اسکے ساتھ کوئی ظالمانہ سختی نہ برتی جائے۔

۷۔ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہا جائے، اسکے علاوہ رسول ﷺ پر صلاۃ وسلام پڑھنا کسی صحیح سند سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ ذبیحہ پر صرف اور صرف اللہ ہی کا نام لیا جائے گا۔

(ا)مسلم/۱۹۵۵(۲)

۸۔جسکی طرف سی قربانی کی جارہی ہے ذبح کرتے وقت اسکی تعیین کی جائے کہ یہ قربانی کس کی طرف سے ہے،اور بغیر نام کی تعیین کے صرف دل میں نیت کر لینا بھی کافی ہوگا۔البتہ جس شخص کی طرف سے وہ قربانی پیش کی جارہی ہے اس شخص کا نام لے لے کر جانور کے پیٹھ پر بار بار ہاتھ پھیرنا اسکی کوئی اصلیت نہیں ہے لہذا اس سے بچنا چاہیئے،

۹۔قربانی ذبح کرتے وقت قبولیت کی دعا کرنی چاہیئے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے قربانی کےوقت یہ دعا کی ''بسم الله اللهم تقبل من محمد و آل محمد و من أمة محمد''

۱۰۔قربانی کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے ''جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے عید کے دن دو مینڈھے کی قربانی کی اور جس وقت ان دونوں کو لٹایا یہ پڑھا[إِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفاً وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ،إِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ،لَا شَرِیْکَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَاأَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ، اللَّهُمَّ!مِنْكَ وَلَكَ عَنْ].....اسکے بعد جسکی طرف سے قربانی کی جارہی ہے اسکا نام لے۔

(ابن ماجہ/۳۱۲۱)تنبیہ [علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف سنن ابن ماجہ/۶۹۵ ۱۲۷اور ارواء/۴/۳۵۰ میں پہلے ضعیف قرار دیا تھا لیکن امام ابن خزیمہ،حاکم، اور ذھبی رحمہم اللہ کی تصحیح کی وجہ سے اسے حسن قرار دیا ہے دیکھئے''ھدایۃ الرواۃ إلی تخریج أحادیث المصابح والمشکاۃ تخریج البانی رحمہ اللہ ۱۴۰۶ص ۲/۱۲۸ دار ابن القیم اور تراجع العلامہ الألبانی فیما نص علیہ تصحیحاً وتضعیفاً ۲/۳۰ مکتبۃ المعارف للنشر و التوزیع الریاض''یہی علماء حق کا منہج رہا ہے کہ جب انکو کہیں سے بھی صحیح بات مل جاتی

ہے اسکو قبول کر لیتے ہیں اور اپنی بات کو پتھر کی لکیر نہیں تصور کرتے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کی پیروی کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

مندرجہ ذیل چیزوں سے بچیں

۱۔ کند یا غیر تیز چھری سے ذبح کرنا۔

۲۔ جانور کے سامنے چھری تیز کرنا۔

۳۔ کسی دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا، مثلاً ایک جانور ذبح کیا جائے اور دوسرا اسے دیکھ رہا ہو۔

۴۔ مکمل طور پر روح پرواز ہونے سے قبل اسکے ساتھ کوئی ایسا معاملہ کرنا جو اسکے لئے باعثِ تکلیف ہو جیسے گردن توڑنا یا چمڑا نکالنا یا کوئی عضو کاٹنا، کیونکہ ایسا کرنا حرام ہے حتی کہ اگر چمڑا نکالنا شروع کر دیا ہو پھر جانور حرکت کرنے لگے تو رک جانا ضروری ہے یہاں تک کہ اسکی موت کا یقین ہو جائے۔

۵۔ ذبح کرتے وقت قبلہ کے علاوہ کی جانب جانور کو لٹانا، البتہ اگر ایسا ہو جائے تو ذبیحہ حرام نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ شخص گنہگار ہوگا، کیونکہ ایسا کرنا فرض اور واجب نہیں ہے۔

۶۔ اسی طرح ذبح کرتے وقت ہی اگر سر الگ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔(۱)

---

(۱) ذبح کرنے کے طریقے اور اسکی شرطیں میں نے شیخ ابنِ عثیمین رحمہ اللہ کی کتاب رسائل فقھیہ مکتبہ الوعی الإ سلامی دسوق شارع الفار ۱۴۱۲ھ سے اختصار کیا ہے مزید علم کیلئے مذکورہ کتاب کی طرف مراجعہ کریں)

میت کی طرف سے قربانی

قربانی حقیقت میں زندوں کیلئے مشروع ہے، اور میرے ناقص علم کے مطابق اس بات کا ٹھوس قابلِ اطمئنان ثبوت نہیں ملتا ہے کہ رسول ﷺ یا صحابۂ کرام رضوان اللہ علیھم نے مستقل طور پر میت کی طرف سے قربانی کی ہو جبکہ آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہی میں آپکی چند اولاد اور آپکی بعض ازوج مطہرات اور آپکے عزیز ومحبوب ترین قرابت داروں کا بھی انتقال ہوا ہے، لیکن آپ نے اپنی پوری زندگی میں اِن میں سے کبھی بھی کسی کی طرف سے قربانی نہیں کی ہے، چنانچہ آپ نے اپنے عزیز چچا حمزہ رضی اللہ عنہ، اپنی بیوی خدیجہ، زینب بنتِ خزیمہ، اپنی بیٹیاں ام کلثوم، زینب، رقیہ رضی اللہ عنھن، اپنے بیٹے عبداللہ، قاسم، رضی اللہ عنھما کی طرف سے ایک بار بھی قربانی نہیں کی حالانکہ ان لوگوں کا انتقال آپکی حیاتِ مبارکہ ہی میں ہوا ہے، اور اگر میت کی طرف سے قربانی مشروع ہوتی تو آپ ﷺ اپنی قولی، فعلی، تقریری سنت سے ضرور وضاحت فرماتے لیکن اس طرح کی کوئی بات صحیح حدیث سے نہیں ملتی، جبکہ نبی ﷺ اور صحابۂ کرام اپنی اور اپنے اہلِ خانہ کی طرف سے قربانی کرتے تھے، ہاں قربانی میں میت کو زندوں کے تابع کرنے کے سلسلے میں سنن ابنِ ماجہ وغیرہ کی حدیث سے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ نبی ﷺ نے [اپنی اور اپنے اہلِ خانہ کی طرف سے قربانی کی ہے](۱)

اہلِ خانہ میں آپکی وفات شدہ بیویاں اور وہ بھی شامل ہیں جو اسوقت بقیدِ حیات تھیں۔ مگر میت کی طرف سے مستقل قربانی کے سلسلے میں سنتِ رسول ﷺ سے کچھ ثابت نہیں ہے صاحبِ تحفۃ الأحوذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [میت کی طرف سے

(۱) صحیح سنن ابنِ ماجہ ۲۵۴۸

الگ مستقل قربانی کے سلسلے میں مجھے کوئی صحیح مرفوع روایت نہیں ملی](۱)

جن لوگوں نے میت کی طرف سے مستقل قربانی کی اجازت دی ہے وہ لوگ قربانی کو صدقہ پر قیاس کرتے ہیں نیز مندرجہ ذیل یا اسکے مانند چند حدیثوں سے استدلال کرتے ہیں۔

(۱)عن علی رضی الله عنه: "انه كان يضحى بكبش، أحدهما عن النبى ﷺ و الآخر عن نفسه فقيل له، فقال: أمرنى به -يعنى ﷺ- فلا أدعه أبداً" [علی رضی اللہ عنہ دو مینڈھے کی قربانی کرتے تھے، ایک نبی ﷺ کی طرف سے اور دوسرا اپنی طرف سے، ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: مجھے نبی ﷺ نے حکم دیا ہے لہذا میں اسکو کبھی نہیں چھوڑوں گا](۲)

اس حدیث کو صاحبِ تحفہ رحمہ اللہ نے (تحفہ ۵/ص ۶۵) میں اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے ضعیف سنن ابن ماجہ/ ۱۴۹۵ میں ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) ابوداود میں ہے [...کہ رسول ﷺ نے مجھے وصیت کی ہے کہ میں انکی طرف سے قربانی کروں، لہذا میں انکی طرف سے قربانی کرتا ہوں](۳)

علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے بھی ضعیف سنن ابی داود /۲۷۹۰ میں ضعیف قرار دیا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ مذکورہ دونوں حدیثوں کے ضعیف ہونے کی وجہ سے میت کی طرف سے مستقل قربانی کرنے پر استدلال مناسب نہیں ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ مذکورہ دونوں یا اسکے مانند ساری حدیثوں کے الفاظ سے واضح طور پر ظاہر ہے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کیلئے نبی ﷺ کی وصیت تھی اسوجہ سے وہ قربانی کرتے تھے، کیونکہ کسی اور صحابی سے ایسا کرنا ثابت نہیں ہے جبکہ آپکے بعد صدیق اکبر ابوبکر، فاروقِ اعظم عمر، عثمانِ غنی ذوالنورین وغیرھم اجلاء صحابہ کافی دنوں تک زندہ رہے لیکن

(۱) تحفۃ الأحوذی ۵/ص ۶۶ (۲) سنن ترمذی مع تحفہ ۵/ ۱۵۲۸

(۳) سنن ابی داود مع العون ۲۷۸۷

کسی سے بھی ایکی طرف سے قربانی کرنے کا ثبوت نہیں ملتا۔

اور صحیح مسلم کی حدیث" إذا مات ابن آدم إنقطع عمله إلا من ثلاث: صدقة جارية.......الحديث"[کی جب ابنِ آدم وفات پاجاتا ہے تو اسکے سارے عمل منقطع ہوجاتے ہیں سوائے تین کے: صدقۂ جاریہ........الحدیث](۱) سے استدلال بھی محلِ نظر ہے کیونکہ حدیث میں صاف صدقۂ جاریہ کا ذکر ہے زیادہ سے زیادہ اس سے صدقہ پر استدلال کیا جاسکتا ہے اور قربانی ایک مستقل عبادت ہے صدقہ جاریہ نہیں ہے اور نہ ہی عام صدقہ ہے، اور عبادات سارے کے سارے توقیفی ہیں جسمیں قیاس جائز نہیں۔

میت کی طرف سے قربانی کی تین شکلیں بنتی ہیں

۱۔قربانی میں میت کو زندوں کے ساتھ شامل کرلیا جائے؛ اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی ایک ہی بکرا اپنی اور اپنے پورے اہل وعیال جسمیں زندہ اور مُردہ سب شامل ہیں کرے، تو ایسا کرنا درست ہے کیونکہ نبی ﷺ قربانی کے وقت کہتے تھے "اللهم هذا عن محمد و آل محمد" [اے میرے اللہ یہ محمد کی طرف سے اور آلِ محمد کی طرف سے] اور آلِ محمد ﷺ میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو وفات پا چکے تھے، ایسی صورت میں اس قربانی کا گوشت اہلِ خانہ بھی کھا سکتے ہیں۔

۲۔میت کی طرف سے مستقل قربانی؛ تو ایسا کرنا نہ اللہ کے رسول ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ کرام سے اور نہ ہی اسکی کوئی مستند دلیل ملتی ہے نہ قرآن و حدیث سے اور نہ ہی اجماعِ صحابہ سے۔ لہٰذا اس بچنا چاہیئے

۳۔میت کی طرف سے قربانی کرنے کی وصیت ہو تو اسکی وصیت پر بلا کسی کمی یا بیشی کے عمل کیا جائے گا جیسا کی کتاب کے صفحہ ۳۶ میں ذکر آیا ہے،

---

(۱) مسلم/۱۶۳۱

جولوگ میت کی طرف سے قربانی کرتے ہیں انکا مقصد میت کوثواب پہنچانا ہے لہذا وہ قربانی کے بجائے ایک بکرایا جتنی استطاعت ہو ذبح کر کے صدقہ کردیں اور اسکے گوشت میں سے خود یا اسکے گھر والے بالکل نہ کھائیں کیونکہ یہ صدقہ ہے، اور اگر قربانی کے ثواب میں میت کو شریک کرنا چاہتے ہیں تو قربانی گھر کے کسی فرد کی طرف سے کر کے پورے اہلِ خانہ کو شامل کردے اس سے سنتِ رسول ﷺ پر بھی عمل ہو جائے گا اور ان شاء اللہ میت کو ثوب بھی ملے گا،

ایسے ہی کچھ لوگ نبی ﷺ کی طرف سے قربانی کرتے ہیں جو ثابت نہیں ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے نیز مسلمان بندہ کے ہر عمل کا ثوب بغیر اسکے ثواب میں کسی طرح کی کمی کے آپ ﷺ کو ملے گا کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان صحیح مسلم میں ہے" من دعا الى هدى كان له من الأجر مثل أجور من تبعه لا ينقص من اجورهم شيئا"[جس نے کسی ہدایت کی طرف دعوت دی تو اسکے لئے اسکے پیروں کاروں کے اجروثواب کے مانند اجر ہوگا اور پیروں کاروں کے اجروثواب میں سے کچھ بھی کمی نہ ہوگی](۱)

لہذا ہم جو بھی عمل کرتے ہیں چاہے قربانی ہو یا کوئی اور عمل نبی ﷺ کی دعوت پر عمل کرتے ہوئے کرتے ہیں لہذا ہماری قربانی کا بھی انکو اجروثواب ملے گا، اور صحابہ کرام نے انکی وفات کے بعد آپکی طرف سے قربانی نہیں کی ہے جبکہ وہ نبی ﷺ کے سب سے زیادہ پیروکار اور ان سے محبت کرنے والے تھے۔

اللہ تعالی ہم سب کو سنتِ رسول ﷺ کا شیدائی بنائے آمین

دعاؤں کا طالب : عطاء الرحمٰن بن عبداللہ سعیدی

---

(۱) صحیح مسلم ۲۶۷۴

فہرست موضوعات